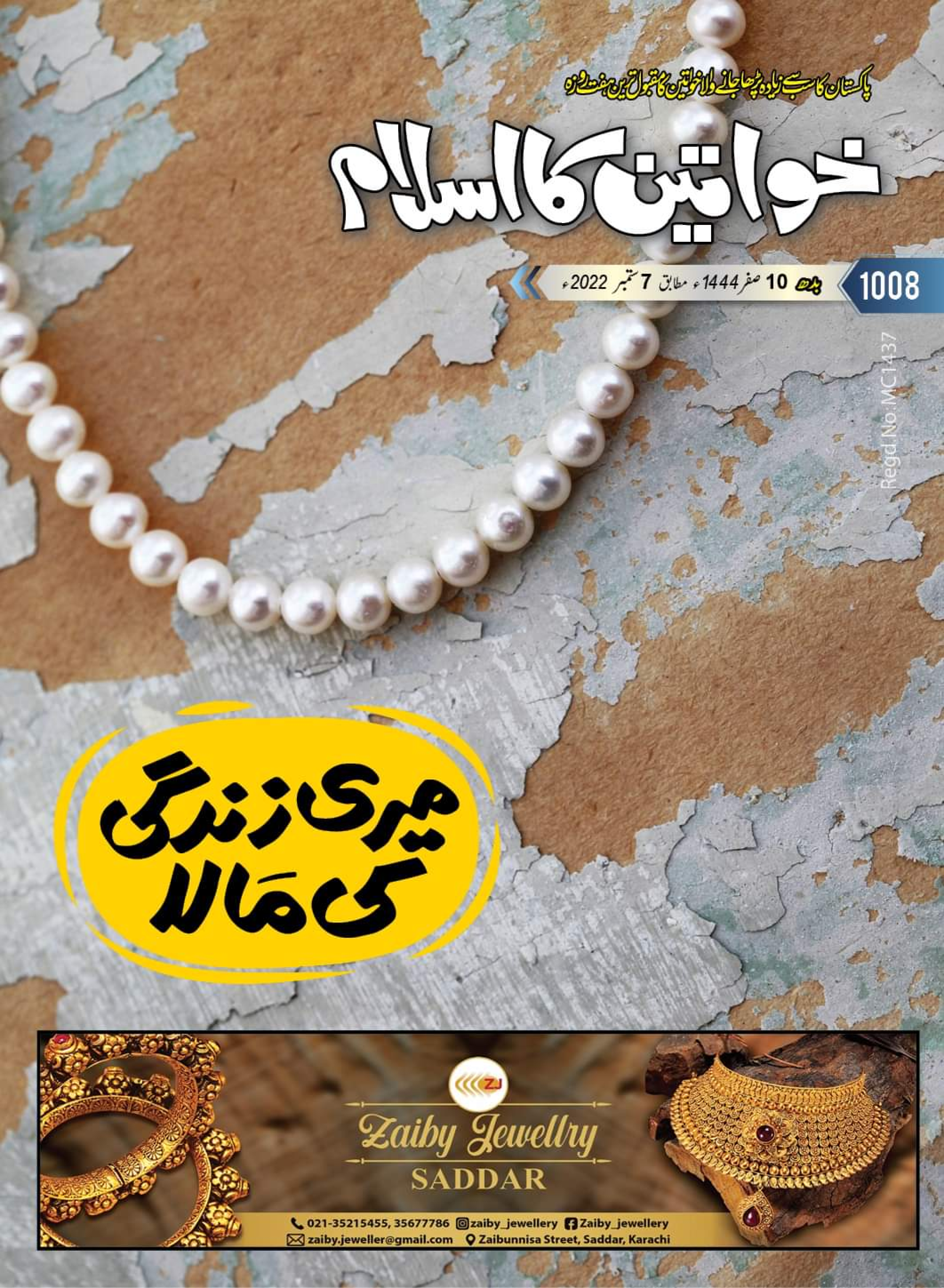


پاکستان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا خواتین کا مقبول ترین ہفت روزہ
خواتین کا اسلام
1008
بدھ 10 صفر 1444ء مطابق 7 ستمبر 2022ء
Regd.No.MC1437
میری زندگی
کی مالا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القرآن



نیک لوگوں کو سلام کیا کرو!

اور جب تمہارے پاس ایسے لوگ آیا کریں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو اُن سے اَلسَّلامُ عَلَیکُم کہا کرو، اللہ نے اپنی ذات پاک پر رحمت کو لازم کرلیا ہے کہ جو کوئی تم میں سے نادانی سے کوئی بُری حرکت کر بیٹھے پھر اس کے بعد توبہ کرلے اور نیکوکار ہوجائے تو وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

{سورۃ الانعام، آیت: 54}

الحدیث



سلام باعثِ رحمت و برکت ہے!

حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہ نصیحت فرمائی: ”اے انس! جب اپنے گھر والوں کے پاس جایا کرو تو انہیں سَلام کیا کرو، یاد رکھو! سَلام تمہارے لیے اور تمہارے گھر والوں کے لیے باعثِ برکت ورحمت ہے“۔

{رواہُ الترمذی}

خواتین کے دینی مسائل

مولانا مفتی محمد ابراھیم صادق آبادی

صلوٰۃ فییٔ الزوال:

سوال: حدیث میں ہے کہ سورج ڈھلنے کے بعد ظہر سے پہلے رسول اللہ ﷺ چار رکعت نماز ادا فرماتے تھے اور اس کی حکمت یہ ارشاد فرمائی کہ یہ وہ گھڑی ہے جس میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں، یعنی نیک اعمال اوپر جاتے ہیں، لہٰذا میں اس بات کو محبوب رکھتا ہوں کہ اس وقت میرا بھی کوئی نیک عمل اوپر جائے۔ (ترمذی)

سوال یہ ہے کہ یہ چار رکعت کون سی نماز ہے؟ ظہر کی چار سنتیں ہیں یا کوئی مستقل نماز ہے؟ (ف۔صادق آباد)

جواب: اس میں علماء کا اختلاف ہے، بعض حضرات فرماتے ہیں اس سے مراد سنن رواتب ہیں یعنی ظہر کی چار سنتیں، چنانچہ شارح ترمذی حضرت مولانا محمد یوسف بنوری قدس سرہ لکھتے ہیں:

ھذۃ الاربعۃ المذکورۃ فی حدیث الباب ھی من سنن الظھر القبلیۃ عند الامام ابی حنیفۃ وقال الشافعیۃ ھی سنۃ الزوال (معارف السنن ۴/ ۲۷۳) العرف الشذی ۱/ ۴۴۴ وغیرہ میں بھی یہی لکھا ہے۔

دوسری طرف بہت سے علماء کی رائے ہے کہ یہ سنن رواتب نہیں بلکہ صلوٰۃ فییٔ الزوال مستقل نماز ہے چنانچہ لمعات التنقیح ۳/ ۲۸۸ اور الکوکب الدری ۱/ ۴۰۱ وغیرہ میں اس کی تصریح ہے۔

نیز شارح مشکوٰۃ نواب قطب الدین رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ چار رکعتیں سنتیں راتبہ ظہر کی ہیں یا سوائے ان کے کہ پہلے ان کے پڑھی جاتی ہیں جن کو نماز فییٔ الزوال کہتے ہیں؟ اور مختار یہ ہے کہ یہ غیر رواتب کی ہیں یعنی فییٔ الزوال۔ (مظاہر حق ۱/ ۷۷۳)

حضرت صوفی عبدالحمید صاحب قدس سرہ حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: یہ بعد الزوال نفل ہیں، ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعت سنت موکدہ وہ الگ ہیں جن کا ذکر دوسری روایات میں آتا ہے۔ (نماز مسنون ۵۶۵)

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی زید مجدہم فرماتے ہیں: مذکورہ دونوں حدیثوں میں جن چار رکعات نماز کا ذکر ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان سے مراد ظہر کی سنن قبلیہ ہیں، جبکہ شافعیہ کے نزدیک یہ سنن زوال ہیں۔ امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی احیاء العلوم میں کتاب الاوراد کے تحت ان کے استحباب کی تصریح کی ہے اور حافظ عراقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی 'اربع مذکورہ' کو ظہر کی سنن قبلیہ کے علاوہ قرار دیا ہے۔ اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کا رجحان بھی اسی طرح ہے کہ 'اربع مذکورہ' کا مصداق ظہر کی سنن قبلیہ نہیں ہیں۔ (درس ترمذی ۲/ ۲۴۶)

مرحوم نے وصیت کی کہ میرے مرنے پر سوگ نہ کرنا:

سوال: ہمارے بھائی کورونا کی وبا میں وفات پاگئے۔ مرحوم نے دورانِ بیماری بیوی کو وصیت کی کہ میرے مرنے پر سوگ ہرگز نہ کرنا، اچھے کپڑے پہن کر رکھنا، زیور بھی نہ اتارنا، ایسی وصیت کا کیا حکم ہے؟ بیوہ اس پر عمل کرے یا نہ کرے؟ (عبداللہ۔احمد پور)

جواب: مرحوم نے لاعلمی کے سبب ایسی وصیت کی۔ بیوہ پر دوران عدت سوگ واجب ہے۔ یہ حق اللہ ہے، بندہ اسے ساقط کرنے کا اختیار نہیں رکھتا۔ **اجمع العلماء علی وجوب الاحداد فی عدۃ الوفاۃ من نکاح صحیح ولو من غیر دخول بالزوجۃ والدلیل علی ذلک قولہ صلی اللہ علیہ وسلم:**

لایحل لامرأۃ تؤمن باللہ والیوم الأخر ان تحد علی میت فوق ثلاث لیال الا علی زوج اربعۃ اشھر وعشراً۔ (الموسوعۃ الفقھیۃ ۲/ ۱۰۴)

قال فی الدر: (تحد)... (مکلفۃ مسلمۃ ولو امۃ منکوحۃ) بنکاح صحیح و دخل بھا بدلیل قولہ (اذا کانت معتدۃ بت او موت) وان امرھا المطلق او المیت بترکہ لانہ حق الشرع وفی الرد (قولہ لانہ حق الشرع) ای فلایملک العبد اسقاطہ (رد المحتار ۳/ ۵۳۰)

آئینہ گفتار

یادوں کے گلاب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

انسانی ذہنی وجود کا سب سے بڑا حصہ بلکہ سب سے بڑا سرمایہ اُس کی یادیں ہیں۔ اچھی بری یادیں، رنگ برنگی یادیں، کھٹی میٹھی یادیں......!

خدانخواستہ یادیں ہی اگر کسی انسان کا ساتھ چھوڑ جائیں (جیسے الزائمر میں ہوتا ہے) تو وہ اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھے۔ ایک ایسے لق ودق صحرا کی طرح رہ جائے جس میں ایک بوند پانی، کوئی ایک سبز شاخ نہ ہو یا جیسے ایک خالی برتن ہوتا ہے، اندر باہر جس کے مہیب سناٹا ہو۔

یہ کسی خوش جمال کی خوش رنگ یاد ہی تو ہوتی ہے، جس کے سہارے زندگی کے مشکل ترین وقت کاٹ لیے جاتے ہیں۔

ہمارے وہ پیارے جو اِس دنیا سے چلے گئے، وہ اِس دنیا سے جا کر بھی ہماری یادوں کے چمنستان میں بستے ہیں۔ اُن کے گلاب چہروں کی مہکتی یادیں ہمارے شبستان آباد رکھتی ہیں۔ جب دل چاہا، اک ذرا آواز دی اور تنہائی کی طویل راتوں میں یہ ہمارا دل بہلانے پاس آبیٹھتی ہیں۔

پھر آپ چاہیں تو اُن کی انگلی تھامے ماضی کے سفر پر نکل جائیں اور ماضی کے گھور اندھیروں میں چمکتے یادوں کے جگنوؤں کو اپنی خواب گاہ میں پکڑ لائیں، پھر پہروں اُن سے کھیلیں، ان کی روشنی سے دل ودماغ کو اجالیں۔

بے شک کچھ ایسی یادیں بھی ہوتی ہیں جن کی تلخی احساس کی زبان پر کڑواہٹ گھول دیتی ہے، جو کسی خلش کی طرح دل ودماغ میں کلستی رہتی ہیں، مگر یہ بھی بے برگ وبار نہیں، سبق لینے والا دل ہو تو یہ ہمیں اپنا آج اپنے کل سے بہتر کرنے میں مدد دیتی ہیں۔

اور پھر اگر کسی باہنر کو بات کہنے کا ڈھنگ آتا ہو تو وہ زبان وقلم سے دوسروں کو بھی اپنی یادوں میں بخوبی شریک کر لیتا ہے، اپنی زندگی کے انمٹ نقوش اُن سے بانٹ لیتا ہے اور اس طرح ایک ساٹھ ستر سالہ زندگی کے بے شمار اسباق اور مشاہدات وتجربات لاکھوں نفوس تک منتقل ہو جاتے ہیں۔

خوش نصیب ہے وہ جسے یہ ہنر آتا ہو اور بلاشبہ خوش نصیب ہیں محترم اسلم بیگ کہ انھیں یہ ہنر باکمال ودیعت کیا گیا ہے۔ ؎

قلم جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے　　　قلم گوید کہ من شاہِ جہانم

اُن کے ہاتھوں مسخر کر دیا گیا ہے۔ وہ اللہ کے فضل سے جب چاہتے ہیں، قلم میں اپنی روشن یادوں کی روشنائی بھرتے ہیں اور سپردِ قرطاس کر دیتے ہیں، اور کچھ ایسے سلیقے سے کہ قاری سرکی نہیں، دل کی آنکھوں سے انھیں پڑھنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

آپ کی تازہ کتاب ''یادوں کے گلاب'' کی ہر تحریر، ہر سطر میں بھی آپ کو محترم اسلم بیگ صاحب کی یادیں گلابوں کی طرح مہکتی نظر آئیں گی۔ کچھ یادوں میں اللہ والوں کی زیارتوں اور بڑوں سے ملاقاتوں کی دلچسپ اور سبق آموز روداد ہے اور کچھ میں دین وملت سے محبت کی داستانیں ہیں۔

کہیں پروفیسر صاحب ایک ناصح کے روپ میں آپ کو میٹھی میٹھی باتیں کرتے نظر آئیں گے تو کہیں مزاح کے نمک پاروں سے آپ کی ضیافت کریں گے، لیکن یاد رکھیے گا کہ آپ ہنستے ہوں گے مگر ہنستے ہنستے آنکھوں کے رستے یہ سب باتیں چپکے سے آپ کے دل میں اترتی چلی جائیں گی۔

یہ کوئی رسمی باتیں نہیں، جیسی عموماً کتابوں پر تاثرات لکھنے والے لکھ دیتے ہیں، یہ بلامبالغہ اِن خوبصورت تحریروں کے مطالعے کے بعد دل پر جو واردات گزری ہے، اُس کا کچھ ٹوٹا پھوٹا مگر بے ساختہ احوال ہے۔

ویسے یادوں کے گلاب کے اکثر مشمولات ہم پہلے پڑھ چکے ہیں۔ بلکہ ہمارے خیال میں مصنف کی اکثر تحریروں کے شاید پہلے قاری ہمی ہیں۔ اکثر تحریریں ہمارے رسالے کے لیے لکھی گئی ہیں، جنھیں ظاہر ہے، ہم نے سب سے پہلے پڑھا اور اُن کے تاثر سے دل کو روشن کیا ہے۔

لیکن ملاحظہ ہو کہ یہ صرف ایک بار کی بات نہیں ہے، آج ابھی کی بات لیجیے، پروفیسر صاحب کے حکم پر جب ہم تاثرات لکھنے بیٹھے تو تحریک کے لیے بارِ دگر تمام تحریروں سے ایک بار سرسری سا گزرنا ہم نے ضروری سمجھا......اور بس پھر کیا تھا......!

یادوں کے اِن گلابوں نے ہمیں سرسری گزرنے ہی نہ دیا، اپنی جانفزا مہک سے باندھ کر بٹھا لیا۔ کئی گلاب تو ایسے دلکش تھے کہ ہم نے پھر تادیر اُن کے پاس پڑاؤ کیا۔ اِن چنیدہ گلابوں کی مگر ہم نام لے کر تخصیص نہیں کریں گے، کیوں کہ سچی بات ہے کہ اس کتاب کی ہر تحریر، ہر صفحہ ہمارے نزدیک بہت قیمتی ہے، جس سے اِن شاء اللہ تعالیٰ آپ اپنے دامن میں بہت کچھ سمیٹ کر اٹھیں گے۔

محترم پروفیسر صاحب کی پہلی کتاب ''یادوں کے جگنو'' تھی، جو تین سال قبل شائع ہو کر مقبولِ خاص وعام ہوئی۔ ہمیں اللہ ربّ العزت کی ذات سے پوری امید ہے کہ ان جگنوؤں کی روشنی سے جیسے ہزاروں تاریکیاں روشن ہوئیں، ان شاء اللہ اِن گلابوں کی مہک بھی چہار عالم میں پھیلے گی۔

کتاب منگوانے کے لیے آپ (03017790908) پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبولیت عطا فرمائے اور اسے اپنے مصنف کے لیے دونوں جہاں میں باعث عزوشرف بنا دے، آمین!

والسلام مدیرِ مسئول محمد فیصل شہزاد

مدیرِ اعلیٰ : مفتی فیصل احمد　مدیر : انجینئر مولانا محمد افضل احمد خان　مدیرِ مسئول : محمد فیصل شہزاد

''خواتین کا اسلام'' دفتر روزنامہ اسلام ناظم آباد 4 کراچی فون : 021 36609983 ای میل : fayshah7@yahoo.com

انٹرنیٹ : www.dailyislam.pk سالانہ زرتعاون : اندرون ملک 1200 روپے ، بیرون ملک ایک میگزین 18000 روپے ، دو میگزین 20000 روپے

میری زندگی کی مالا

بیگم ناجیہ شعیب احمد

کہتے ہیں کہ صبر کرنے سے پریشانیاں راحت میں بدل جاتی ہیں اور شکر کرنے سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ گزشتہ کچھ عرصے میں اس کا خوب مشاہدہ ہوا۔

خاص طور پر سال ۲۰۱۸ء میری پوری زندگی کا ناقابلِ فراموش سال تھا۔ کچھ بدترین تو کچھ بہترین یادوں پر مشتمل۔ اِس سال ناقابلِ فراموش واقعات یکے بعد دیگرے ایسے رونما ہوتے چلے گئے، جیسے ٹوٹی ہوئی مالا سے ایک کے بعد ایک موتی گرتا چلا جاتا ہے، یہ لڑیاں کیسے ٹوٹیں اور پھر ان موتیوں کی مالا دوبارہ کیسے بنی؟ یہی کچھ تحریر کیا ہے۔ امید ہے اس روداد سے بہنوں کو کچھ نہ کچھ فائدہ ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ!

☆......(پہلی لڑی):

وہ فروری ۲۰۱۸ء کا ایک دن تھا۔ میں نے پہلی منزل پر اپنے کمرے میں مغرب کی نماز ادا کر کے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے ہی تھے کہ بھابی ننگے پاؤں، پھولی سانسوں کے ساتھ دوڑتی ہوئی آئی:

”جلدی چلیں، چھوٹے بھائی کو رینجرز والے ساتھ لے جارہے ہیں۔“

مجھے شدید جھٹکا لگا۔ ہم دونوں گرتے پڑتے نیچے پہنچے تو مین گیٹ پر رش لگا ہوا تھا۔ رینجرز والے بھائی کو لے جا چکے تھے جبکہ ابو جی گلی کے موڑ پر کھڑے بے بسی سے ہاتھ مل رہے تھے۔

سبھی اہلِ خانہ یہ اندوہناک منظر دیکھ کر صدمے سے نڈھال ہوگئے تھے۔ اُدھر اہلِ محلہ گھر میں جمع ہونا شروع ہوگئے اور بھانت بھانت کی بولیاں بولنے لگے۔

امی جی، بہنیں، بھابیاں، بچے سب بلک بلک کر رونے لگے۔ ابھی تک خود کو جوان کہنے والے ستر سالہ ابو جی کے کاندھے ایک دم سے ڈھے گئے۔ پورے گھر میں خوف وہراس اور وحشت کا راج ہوگیا۔ ہر آہٹ، کھٹکے پر بھائی کی آمد کا گمان ہونے لگا۔ دعاؤں کا خصوصی اہتمام کیا گیا۔ لاپتا بھائی کی بازیابی کے لیے سرتوڑ بھاگ دوڑ کے ساتھ ہر ممکنہ ذرائع سے کھوج لگانے کی کوشش کی گئی، مگر سب بے سود رہا، البتہ، بفضلہ تعالیٰ ہمیں یہ حیران کن قلبی اطمینان حاصل تھا کہ بھائی جہاں کہیں بھی ہے، بالکل خیریت سے ہوگا ان شاء اللہ!

☆......دوسری لڑی:

اِسی دوران امی جی کی طبیعت ناساز ہوگئی۔ ان کا علاج شروع ہوگیا۔ میرے دو ہی بھائی ہیں۔ دونوں مجھ سے چھوٹے ہیں۔ ایک لاپتا ہوگیا تھا، دوسرا نوکری کی وجہ سے شہر سے باہر تھا۔ چھوٹی بھابی کا اُداس چہرہ دیکھ کر بڑی بھابی اس کی دلجوئی کرنے کی پوری کوشش کررہی تھی۔ گھر والوں کی افسردہ حالی سے میرے شوہر بھی بہت زیادہ پریشان تھے۔ ہر وقت گم صم سے رہنے لگے تھے۔ ایک ساتھ رہنے اور گھر کا بڑا داماد ہونے کے ناتے انھوں نے کافی ذمے داریاں اٹھا رکھی تھیں۔ دونوں بھائیوں کی غیر موجودگی میں اِن ذمہ داریوں کا بوجھ بڑھ گیا تھا۔

☆......تیسری لڑی:

بڑا بھائی اپنی سرکاری نوکری کی بے وقت اور ان چاہی پوسٹنگ سے پریشان تھا۔ بیوی بچوں کو بوڑھے پریشان حال ماں باپ کے حوالے کر کے دوسرے شہر میں آن ڈیوٹی تھا۔ چھوٹے بھائی کی گمشدگی کی اطلاع ملتے ہی سب چھوڑ چھاڑ ہنگامی حالت میں سرکار کی منتیں ترلے کر کے چھٹی لے کر واپس آگیا۔ لاپتا بھائی کی بیوی اور ایک بچہ تھا، جبکہ دوسرے بچے کی آمد متوقع تھی۔

☆......چوتھی لڑی:

کہتے ہیں آنے والے کا تو پتا ہوتا ہے، مگر جانے والا کا نہیں۔ کون، کب، اچانک، سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر چل دے، اس کی کسی کو کچھ خبر نہیں ہوتی......! ایسا ہی میرے ساتھ ہوا۔ ۲۳ فروری کی رات میری زندگی کی تاریک ترین رات بن جائے گی، یہ میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ شب جمعہ کو میرے برابر بے خبر سوئے

چمنِ خیال

آمدِ صبح کا جب دیتی ہے پیغام صبا
ذکر ہوتا ہے گلی کوچہ میں گھر گھر تیرا
ثبت ہے جس پہ ابراہیم کی مہرِ تعمیر
ہم نے سجدوں سے بسایا ہے وہ محور تیرا
صحنِ کعبہ میں کہیں نصب مجھے بھی کردے
سنگِ اسود بھی ترا، میں بھی ہوں پتھر تیرا
(راسخ عرفانی)

شکستہ رابطوں کو راستی کا حکم ملے
درِ حبیب سے وابستگی کا حکم ملے
سوائے آنکھوں کے تم مت کہیں نظر آنا
اے اضطراب! اگر حاضری کا حکم ملے
مرا تو پشتوں سے اِس فن میں تجربہ بھی ہے
حضور! آپ کے ہاں چاکری کا حکم ملے
(اکرام اللہ اعظم)

قطرہ اب احتجاج کرے بھی تو کیا ملے
دریا جو لگ رہے تھے سمندر سے جا ملے
ہر شخص دوڑتا ہے یہاں بھیڑ کی طرف
پھر یہ بھی چاہتا ہے اسے راستہ ملے
اس دورِ منصفی میں ضروری نہیں وسیم
جس شخص کی خطا ہو اسی کو سزا ملے
وسیم بریلوی

انتخاب: پروفیسر محمد اسلم بیگ

میرے شریکِ حیات، کب نیند کی وادی سے عالمِ نزع کی گھپ اندھیری وادی میں چلے گئے، پتا ہی نہیں چلا۔

اور جب پتا چلا تو سرد تاریک رات میں ہم عجلت اور گھبراہٹ میں اسپتال بھاگے۔ میرا دل جیسے حلق میں اٹک سا گیا تھا۔ آنسوؤں کی جھڑیوں میں کبھی لاپتا بھائی کا چہرہ گھومنے لگتا تو کبھی نجی اسپتال کے وینٹی لیٹر پر انتہائی تشویشناک حالت میں، نلکیوں میں جکڑے شریک حیات کا چہرہ سامنے آجاتا۔

اور بالآخر آدھی رات اور آدھے دن کی تکلیف گزار کر وہ پہاڑ جیسی ہمت رکھنے والا شخص بھربھری ریت کی دیوار کی مانند ڈھے گیا' اناللہ وانا الیہ راجعون!

میرے میکے والے ایک جوان کی گمشدگی پر نوحہ کناں تھے ہی کہ دوسرے جوان کی میت گھر آگئی۔ اُس وقت امی جی کا حوصلہ دیدنی تھا۔ وہ کمالِ بے نیازی سے رب العالمین کی رضا پر اپنا سرِ تسلیم خم کر کے پورے اہل خانہ کو تسلیاں دے رہی تھیں۔ روتوں کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے انھوں نے ضبط کی انتہا کر دی۔ دونوں بھابیاں ہم سب کو سنبھال رہی تھیں۔

میں بیوگی کی چادر اوڑھے، چپ سادھے بیٹھ گئی، نہ ماتم کیا نہ سینہ کوبی اور نہ واہی تباہی بکی کہ حکمِ الٰہی کے آگے بندہ سرِ تسلیم خم کر کے ہی اپنے رب کو راضی کر سکتا ہے۔ بیوگی کے چار ماہ اور دس دن جہاں میرے لیے ایک کڑا امتحان، ایک سخت آزمائش ثابت ہوئے، وہاں اُن دنوں میں مجھے رب العالمین کا قرب بھی نصیب ہوا۔ ٹوٹے دلوں کو جوڑنے والی واحد ذات نے مجھے بتایا کہ وہ مجھے ستر ماؤں سے بھی زیادہ چاہتا ہے۔

بار بار بھٹی میں ڈالا گیا مجھے
کندن بنا کر پھر نکالا گیا مجھے

☆......پانچویں لڑی:

میرے شوہر کی اچانک وفات (اچانک اس لیے کہ مرحوم کو کوئی بیماری نہیں تھی، بلڈ پریشر، دل، شوگر سب کچھ نارمل تھا، بس اچانک دماغ کی شریان کا پھٹ جانا ان کی ناگہانی اور اچانک موت کا سبب بنا) کے باعث امی جی کا علاج معالجہ التوا کا شکار ہو گیا تھا۔ بڑی بھابی کے اصرار پر علاج دوبارہ شروع کر دیا گیا اور پھر ایک اور قیامت کی گھڑی......!

والدہ کا مرض تشخیص کروانے پر خطرناک ترین نکلا۔ ایک کے بعد ایک ناگہانی آفات، پے در پے حادثات نے ہم سبھی کو نیم مردہ حالت تک پہنچا دیا تھا۔ ایسے نازک حالات میں جتنے منہ اتنی باتیں تھیں، کہیں تسلیاں تشفیاں تو کہیں طعنے تشنے، ایک بس دعاؤں کا ہی آسرا تھا۔ مخلص عزیزوں اور احباب کی آمد و رفت سے غمِ دوراں ہلکا ہو جاتا تھا، مگر دل میں ٹیس سی پھر بھی رہ رہ کر اٹھتی تھی اور ہم ایک دوسرے سے منہ چھپائے رونے کی جگہیں تلاشتے پھرتے تھے۔ اللہ اللہ کیسا کڑا وقت آیا تھا، یہ کیسا سخت امتحان تھا بوڑھے ماں باپ پر کہ جن کا ایک بیٹا ان کی آنکھوں کے سامنے اٹھا لیا گیا تھا، دوسرے بیٹے کی اچانک پوسٹنگ کے سخت آرڈر آگئے تھے اور مشکل گھڑی میں وہ ان سے دور تھا، اور پھر بڑا داماد غیر متوقع طور پر وفات پا گیا تھا اور بڑی بیٹی بھری جوانی میں بیوہ ہو گئی تھی اور یتیم چھوٹی بہو کا سہاگ لاپتا تھا...... مرے پر سو درے، امی جی کی سنگین بیماری کی خبر ہم پر قیامت بن کر ٹوٹی تھی۔ 'اے میرے پیارے اللہ! ہم آپ کی رضا میں راضی ہیں۔'

☆......چھٹی لڑی:

انہی کشیدہ حالات میں لاپتا بھائی کے یہاں دوسرے بیٹے کی ولادت ہوئی۔ ہم اکیلے کہاں تھے، ہمارے ساتھ رب العالمین کی مدد جو تھی۔ اِن دل گرفتہ لمحات میں ہمارے پیارے رشتے داروں نے اخوت اور بھائی چارے کی عظیم مثال قائم کی۔ رحمتوں، برکتوں کا مہینہ رمضان المبارک آگیا۔ امیدوں کی کشتی میں سوار آہ و فغاں کرتے، روتے سسکتے ہوئے عیدالفطر بھی گزر رہی گئی اور پھر ان غموں کے بادلوں کو پھاڑتی رحمتوں کی گھنگھور گھٹائیں چہار سو چھا گئیں۔ بارانِ رحمت موتیوں کی طرح ہم غمزدوں پر برسنے لگا اور ہم موتی چن چن کے اپنی ٹوٹی مالا میں پروتے چلے گئے۔

☆......☆

اور جب مالا دوبارہ بنی!

☆......پہلا موتی:

ہماری سماعتوں سے پہلی ناقابلِ فراموش خوش خبری ٹکرائی۔

الحمدللہ! امی جی کا آپریشن کامیاب ہو گیا تھا اور وہ کسی حد تک جان لیوا بیماری سے چھٹکارا حاصل کرنے میں کامیاب ہو چکی تھیں۔

☆......دوسرا موتی:

امی جی ابو جی کی حج درخواست منظور کر لی گئی تھی، اللہ اکبر کبیرا!

اس خوشخبری کے ملتے ہی سارے گھر والے خوشی سے سرشار سجدہ ریز ہو گئے، مگر ساتھ ہی عجیب سی گومگو کی

خوش دلی

بنت نجم الدین۔ ڈیرہ اسماعیل خان

ابھی ایمن ناشتے سے فارغ ہوئی ہی تھی کہ فون کی گھنٹی نے متوجہ کیا:

''بھابی! میں آج آرہی ہوں کیونکہ آج میری نند نے آنے سے انکار کر دیا ہے۔''

ایمن نے خوش دلی سے کہا: ''کیوں نہیں فروہ! ضرور آؤ تمھارا اپنا گھر ہے۔''

''میں نے سوچا کہ بتادوں کیونکہ کل تو میں نے آپ کے پوچھنے پر انکار کر دیا تھا۔'' فروہ نے وضاحت دی۔

''ارے کوئی مسئلہ نہیں، بس آجاؤ، مگر ذرا جلدی آنا، کیونکہ پھر تمھیں شام سے پہلے گھر پہنچنا ہوتا ہے۔'' ایمن کے کہنے پر وہ بولی تھی۔

''ہاں بس میں تیاری ہی کر رہی ہوں۔''

آج عید کا دوسرا دن تھا۔ فروہ کا فون آیا تو ایمن نے سب سے پہلے بھابی کو فون کیا، کیونکہ وہ اُن سے آج آنے کا کہہ بیٹھی تھی۔ اس کی دو بہنیں بھی آرہی تھیں امی کے گھر۔

''او ہو ایمن! تم بھی ساتھ ہی آجاتیں، سب سے ملنا بھی ہو جاتا، اپنی نند کو انکار کر دیتی ناں۔''

''نہیں بھابی! کوئی بات نہیں، میں کل آجاؤں گی جو آپ نے بنایا ہوگا وہی کھالوں گی۔'' اسی وقت سہیل کمرے سے باہر آئے۔

''آج فروہ باجی آرہی ہیں۔'' وہ اس سے مخاطب ہوئی۔

''تم نے تو اپنے گھر جانا تھا۔'' سہیل نے گویا یاد دلایا۔

''......پھر کل تو فروہ نے انکار نہیں کر دیا تھا؟''

''ہاں انھیں آج سہولت ہو رہی ہے ابھی فون آیا ہے۔''

ایمن کہہ کر جلدی جلدی گھر کی صفائی کرنے لگی۔

''تو تم انکار کر دیتیں۔''

سہیل کے کہنے پر ایمن نے نظریں اٹھا کر دیکھا۔

''کیوں؟ میں انکار کر دیتی تو کل باجی کی نند نے ان کے گھر آنا ہے۔ پھر عید کے چوتھے روز آپ دکان کھول لیتے ہیں، پھر مزہ نہیں رہتا جب بھائی ہی نہ ملے بہن کو تو، میں اس بات کو اچھا نہیں سمجھتی، جب وہ اتنی خوش دلی سے بڑی توقع سے آنے کا بتا رہی تھیں تو میں دل توڑ دیتی ان کا؟'' ایمن نے سہیل کو لاجواب کر دیا۔

ایمن کے دل میں اپنی بہن کا اتنا خیال اور احترام دیکھ کر وہ سرشار ہو گیا۔

کیفیات کا شکار بھی، کیوں کہ امی جی کی حالت ڈاکٹروں کے مطابق ابھی بھی بہتر نہیں تھی، ایسے میں ان کا لمبا سفر کرنا خطرناک ثابت ہو سکتا تھا، لیکن امی جی کا اٹل فیصلہ تھا کہ مجھے اسی حالت میں حج ادا کرنا ہے۔ کعبے سے لپٹ کر اپنے سوہنے اللہ سے سب کے لیے دعا مانگوں گی۔ میرا اللہ مجھے مایوس نہیں کرے گا۔ اور واقعی ایسا ہی ہوا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے کرم سے ہماری امی جی نے اپنے قدموں پر پورے جوش وخروش کے ساتھ بنا وہیل چیر، بنا کسی رکاوٹ کے حج کی عظیم الشان سعادت حاصل کر لی اور رکن اسلام کا ایک اہم فریضہ سر انجام دیا۔

☆......تیسرا موتی:

حج کی برکات سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے امی جی کی زندگی میں برکت عطا فرما کر ان کے خطرناک مرض کو روک دیا تھا۔

☆......چوتھا موتی:

حج روانگی سے قبل والدین کو میری اور زیادہ فکر لاحق ہوگئی۔ ایامِ عدت گنے چنے رہ گئے تھے۔ سو والدین نے میری عدت ختم ہوتے ہی ایک ڈیڑھ ہفتے کے اندر میرا رشتہ طے کر دیا۔ یوں چار جولائی کو عدت ختم ہوئی اور انتیس جولائی کو عقدِ ثانی اور ساتھ ہی ہنگامی رخصتی۔ میں پھر سے نوازی گئی۔ میرے صبر پر مجھے بہترین 'اجر' بصورت 'نعم البدل' عطا کیا گیا۔ عقد ثانی نے میری زندگی پر بے حد حسین اثرات مرتب کیے۔

☆......پانچواں موتی:

والدین کی حج روانگی کے ساتھ ہی میرے 'شوہر صاحب' کو بھی حج کی سعادت نصیب ہوئی۔ حج بیت اللہ میں ساس سسر کی خدمت کے مواقع بھی میسر آئے۔

☆......چھٹا موتی:

ہم گنہگاروں پر آقائے نامدار، محبوب سبحانی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے رحمتوں کا نزول ہونا شروع ہوگیا۔ برکتیں اور نعمتیں موسلا دھار بارشوں کی طرح چھم چھما چھم برسنے لگیں۔ پورے دس ماہ بعد لاپتا بھائی کو ہر الزام سے بری قرار دے کر، رازداری کے ساتھ رات کے اندھیرے میں چھوڑ دیا گیا۔

پندرہ نومبر ۲۰۱۸ء کی آدھی رات گھر کا دروازہ بجا۔ ہم نے دروازہ کھولا تو نظروں کے سامنے صحیح سلامت ہنستے بستے بھائی کو دیکھ کر سب پر شادیٔ مرگ کی کیفیت طاری ہوگئی، جو اس پر بیتی وہ الگ داستان، مگر اسے زندہ سلامت دیکھ کر سب سجدہ شکر بجالائے تھے۔

ابو جی نے بلائیں لیں اور امی جی نے جھٹ اس کے نومولود بیٹے کو اس کی گود میں ڈال دیا۔ خوشیاں چاروں طرف رقصاں تھیں، مگر اُس کی نگاہیں کسی کو تلاش کر رہی تھیں۔ ایک فرد کم تھا۔ وہ میرے مرحوم شوہر کو ڈھونڈ رہا تھا، جب امی جی نے دھیرے سے مناسب اور مختصر الفاظ میں اسے میری داستانِ غم سنا کر ساتھ ہی عقدِ ثانی کی نوید بھی سنادی۔

''کیا......!؟''

اس نے بے یقینی سے سامنے کھڑے اپنے نئے بہنوئی کو دیکھا اور پھر میرے چمکتے دمکتے چہرے پر نگاہ جماتے ہی وہ ایک لمحے میں پُرسکون ہوگیا۔

ہم سب ایک ساتھ رو بھی رہے تھے اور ہنس بھی رہے تھے۔

☆......ساتواں موتی:

'فان مع العسر یسرا' بے شک ہر تنگی کے بعد آسانی ہے۔ دعائیں ایک بار پھر رنگ لے آئیں اور بھائی کی پوسٹنگ ایک بار پھر کراچی کر دی گئی الحمدللہ!

'اور تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔'

☆☆☆

آزمائش

ام محمد سلمان

"اماں! یہ دیکھیں ذرا۔ ثمرین کا تازہ اسٹیٹس۔ یہ لوگ آج پھر کہیں گھومنے پھرنے گئے ہوئے ہیں۔ ابھی پچھلے ہفتے ہی تو واٹر پارک گئے تھے، وہاں کی تصویریں لگا رکھی تھیں اسٹیٹس پر۔ دو دن پہلے کسی بڑے ہوٹل میں ڈنر کرنے گئے تھے تو وہاں کی تصویریں اور ویڈیوز لگا رکھی تھیں اور اب یہ دیکھیں کیسی خوب صورت ہری بھری جگہ ہے، کتنا حسین آبشار ہے پس منظر میں۔"

ندا نے موبائل اسکرین اپنی اماں کے سامنے کی۔

"آئے دن کہیں نہ کہیں جاتے رہتے ہیں یہ لوگ اور اسٹیٹس لگا لگا کے ہمارا جی جلاتے ہیں۔ دنیا میں سب لوگ گھومتے پھرتے رہتے ہیں اماں! ایک بس ہمارے ابا جان ہیں جنھیں ہر چیز پر اعتراض ہوتا ہے۔ کہیں بھی نہیں جانے دیتے، نہ خود کہیں لے کر جاتے ہیں۔"

ندا نے جی بھر کے شکوہ کیا ماں سے۔

"لوگوں کی طرف نظر نہ کیا کرو بیٹی! اللہ تعالیٰ نے انھیں دولت اور خوشحالی دی ہے تو عیش کرتے پھرتے ہیں۔ امیروں کا زیادہ تر یہی چلن ہوتا ہے۔ اُن کی طرف دیکھو گی تو اپنی زندگی جہنم بنالوگی۔ اپنے حال میں خوش رہنا سیکھو ندا بیٹی! یہ تو اللہ کی تقسیم ہے کسی کو زیادہ دے، کسی کو کم۔"

"اماں! یہ بات نہیں ہے۔ ہم اپنے حال احوال میں الحمدللہ بہت خوش رہتے ہیں۔ لیکن پھر اس طرح کی چیزوں پر نظر پڑتی ہے تو دل میں عجیب محرومیاں سر اٹھانے لگتی ہیں۔ دل بہت اداس اور دکھی سا ہو جاتا ہے اماں!" وہ نہایت افسردہ ہوئی۔

"بس بیٹی! زیادہ سوچا نہ کرو۔"

"کیوں نہ سوچوں اماں! اور میری بات غلط کب ہے بھلا؟ اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو زیادہ دیا ہے تو یہ کب کہا کہ اس طرح سے دنیا کو دکھا کر اُن کے سوئے ہوئے ارمان جگاؤ۔ اللہ نے دولت اور خوشحالی دی ہے تو اُس کا شکر ادا کریں، کھائیں پیئیں عیش کریں اور اپنے کام سے کام رکھیں، اس طرح سے دکھاوا کر کے ہمارا دل کیوں جلاتے پھرتے ہیں۔"

ندا آج بہت آزردہ تھی۔

"اوہو! تم کیوں لوگوں کے اسٹیٹس دیکھتی پھرتی ہو ندا؟ تمھیں اور کوئی کام نہیں، ہم نے تمھیں موبائل اِس لیے تو لے کر نہیں دیا تھا۔"

اماں نے ناگواری سے کہا۔

"اماں! بات صرف اسٹیٹس دیکھنے کی نہیں ہے۔ فیس بک کھولو تو وہاں بھی یہی بازار گرم رہتا ہے۔ کس نے کیا کھایا، کیا پکایا، کیا شاپنگ کی، کیسے کپڑے خریدے، کیسا ہینڈ بیگ لیا، دوستوں نے کیا تحفے دیے، کس نے کس کے لیے کون سے ملک اور شہر سے کیا سوغات بھجوائی ہے؟ سب کچھ فیس بک پر لگا رکھا ہوتا ہے اور لوگ ندیدوں کی طرح ترسے ہوئے سے تبصرے کر رہے ہوتے ہیں، گویا تعریفیں کر کر کے ہی یہ سب کچھ بٹور لیں گے۔

آخر اس سب کا کیا مقصد ہے اماں؟!

اور اُس دن کی بات بتاؤں جب آپ نے دوپہر کے کھانے میں بھنڈی بنائی تھیں اور میرا بالکل دل نہیں چاہ رہا تھا کھانے کے لیے۔ ابھی میں سوچ ہی رہی تھی کہ چلو تھوڑا بہت اچار ساتھ لے کر بیٹھ جاتی ہوں تو دل چاہ جائیگا کہ اتنے میں کلاس فیلو رملہ کا پیغام آیا کہ ٹیچر نے امتحان کی ڈیٹ شیٹ اسٹیٹس پہ لگا رکھی ہے۔ دیکھو جلدی سے۔ میں دیکھنے لگی تھی کہ بڑے تایا کی فرزانہ کا اسٹیٹس سامنے آ گیا، اماں! بس کیا بتاؤں کیا گرما گرم بھاپ اڑاتی بریانی کی تصویر تھی اور اس کا ہاتھ......

اور اُس کے بعد ایک اور اسٹیٹس تھا جس پر ایک خوش نما پیزے کی تصویر لگی تھی۔ دیکھتے ہی منہ میں پانی بھر آیا۔ اب آپ خود ہی بتائیں، ایسے میں بھنڈی کیسے حلق سے اترتی بھلا! مت پوچھیں کیسے دل مار کے کھانا کھایا تھا میں نے اُس دن۔"

"نجانے لوگوں کو یہ انوکھی بیماری کیوں لگ گئی ہے، دوسروں کو اپنی نعمتیں دکھا دکھا کر داد وصول کرنے کی!"

"اماں! یہ ساری چیزیں صرف میرا ہی نہیں، بہت سارے لوگوں کا دل جلاتی ہیں، احساس محرومی میں مبتلا کرتی ہیں، حرص و ہوس کو پروان چڑھاتی ہیں۔ عائشہ میری کلاس فیلو بتا رہی تھی کہ اس کا بھائی تو لوگوں کے اسٹیٹس دیکھ دیکھ کے ہم سب کا جینا حرام کیے رکھتا ہے۔ اچھا بھلا گھر میں سکون سے بیٹھا ہوتا ہے کہ دوستوں کی نت نئی چیزیں کبھی کھلونے، کبھی جوتے، کبھی بالوں کا اسٹائل کبھی نئی سائیکل دیکھ دیکھ کر جنونی سا ہو جاتا ہے۔ اس دن تو حد ہی کر دی اور غصے میں آ کر چیزیں توڑ پھوڑ کرنا شروع کر دیں۔ پھر ان کے ابو نے خوب مرمت کی، لیکن عائشہ بہت پریشان تھی، بہت دکھی ہو رہی تھی بھائی کی اس حالت پر، اور سچ بتاؤں اماں! وہ تو باقاعدہ بددعائیں دینے لگی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان سب کا بھی ایسا ہی جینا حرام کرے جیسے اِن لوگوں نے ہمارا کر رکھا ہے۔ اللہ کرے کوڑی کوڑی کو محتاج ہو جائیں، پائی پائی کو ترسیں۔ سارے عیش بھول جائیں۔"

"توبہ توبہ، توبہ استغفار، کیوں کسی کو بددعائیں دیتے ہو بیٹا! خدا سب کا بھلا کرے، سب کی خیر ہو۔ توبہ تم نے تو میرا دل ہی دہلا دیا۔" ندا کی سیدھی سادھی اماں بددعاؤں کے متوقع انجام کا تصور کر کے دل تھام کر رہ گئیں۔

"کیا ان لوگوں کی بھی خیر ہو جنھوں نے معاشرے میں ایسی بدامنی پھیلا رکھی ہے؟"

ندا نے "ایسی بدامنی" پر خصوصی زور دیا۔

"اماں! آپ نہیں سمجھ رہیں ہمارے جذبات کو۔ آگ لگ جاتی ہے ہمارے تن بدن میں، اور کنزیٰ بتا رہی تھی کہ پرسوں اس کے بھائی اور بھابی میں خوب لڑائی ہوئی ہے۔ وجہ یہ بنی کہ کنزیٰ کی بھابی کی سہیلی کو اس کے میاں نے شادی کی سالگرہ پر ایک

خوب صورت سونے کی چین تحفے میں دی اور انھوں نے کیک سمیت چین کی تصویر بھی اسٹیٹس پر لگا دی اور دو تین خوب خوشی اور اتراہٹ والے اسٹیکر بھی ساتھ لگا دیے۔

کنزیٰ کی بھابی نے دیکھا تو دوست کو تو بہت پیار سے مبارک باد دی اور شوہر کے سامنے خوب جلے دل کے پھپھولے پھوڑے۔ پہلے تو میاں کو ہی برا بھلا کہتی رہیں کہ وہ اُن کے لیے کچھ نہیں کرتے، کبھی کوئی قیمتی تحفہ نہیں لا کر دیتے اور جب بھائی نے اس بدکلامی پر ڈانٹا تو بیٹھ کر رونے لگیں اور جب رونے سے بھی دل ٹھنڈا نہیں ہوا تو خوب کوسنے دیے اپنی سہیلی کو۔“

ندا بہت غصے میں تھی، شدت جذبات سے آواز رندھ گئی۔

میری بچی صبر کرو! یوں غصے میں تن فن کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا، نہ ہی کسی کو بددعا دینا کوئی اچھی بات ہے۔ ٹھیک ہے ان لوگوں کی یہ عادت بہت بری ہے، لیکن تم لوگ بھی ایک بات یاد رکھو کہ ہمارے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کا مفہوم ہے کہ دنیا کے معاملے میں ہمیشہ اپنے سے نیچے والوں پر نظر رکھو۔ اُس سے اُن نعمتوں کی ناقدری سے بچو گے جو تمھارے اوپر ہیں رب کی، اور شکر گزاری کا احساس پیدا ہوگا۔

حدیث پاک میں ہے کہ اللہ عزوجل اس بندے پر رحم فرماتا ہے جس نے دنیا کے معاملے میں اپنے سے کم تر کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور اس کا شکر بجا لایا اور اس آدمی پر بھی رحم فرماتا ہے جس نے دِین کے معاملے میں اپنے سے بلند کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور عبادت میں بھرپور کوشش کی۔

اور اس کے علاوہ ایک قیمتی نسخہ بتاتی ہوں، جس سے حسد جیسی بیماری سے بھی نجات ملے گی اور وہ یہ کہ جب بھی کسی پر کوئی نعمت دیکھو ناں تو بجائے دل جلانے کے پہلے تو سچے دل سے اس کے لیے مزید دنیوی واخروی نعمتوں کی دعا مانگو اور پھر وہ نعمت اللہ سے اپنے لیے بھی مانگ لیا کرو کہ اے اللہ! آپ نے فلاں کو یہ نعمت دی، مجھے بھی عطا فرما دیجیے۔

اُس سے تمھارے دل کو سکون بھی ملے گا، حسد اور جلن کی کیفیت بھی ختم ہوگی، نعمت والا تمھارے حسد اور بری نظر کے شر سے بھی بچے گا اور دعا مانگنے کی وجہ سے ثواب الگ ملے گا اور کیا خبر کہ دعا اور صبر کی وجہ سے اللہ پاک اس سے بھی بہتر چیز تمھیں دے دے۔ اللہ کے خزانوں میں تو کوئی کمی نہیں۔“

اماں نے بڑے رسان سے سمجھایا۔

وہ چپ چاپ ماں کا چہرہ دیکھتی رہ گئی۔

اِن باتوں نے جیسے دل میں اتر کر اس کے جلتے ہوئے دل پر مرہم رکھ دیا تھا۔

”آپ کی بات ٹھیک ہے اماں! آئندہ میں ایسا ہی کروں گی ان شا اللہ! لیکن لوگوں کو بھی تو سوچنا چاہیے ناں کہ دوسروں کے ایمان کو خطرے میں نہ ڈالیں۔ اماں! اِن لوگوں کو ڈر نہیں لگتا، کسی دن کسی دکھی دل کی ہائے لگ گئی تو؟

آخر وہ کون سی ایسی خوشی ہے جو لوگوں کو بے سکون کر کے ہی ملتی ہے؟

لوگ آخر سمجھتے کیوں نہیں کہ ایک چیز، ایک نعمت، ایک خوشی جو آپ کو ملی ہے اور دوسروں کو حاصل نہیں ہے تو جب آپ اُس چیز کا اشتہار لگائیں گے تو کیا محسوس کریں گے دوسرے لوگ؟ کبھی سوچتے کیوں نہیں اماں کہ یہ دکھاوا اور نمائش انھیں جہنم کے گڑھوں میں گرا سکتی ہے!

وہ کیوں کسی کے دل پر چھریاں چلاتے ہیں؟ کیوں کسی کے احساسِ محرومی کو جگا کے اس کی ہنستی بستی زندگی میں آگ لگاتے ہیں؟ کیوں، آخر کیوں؟“

”بس بیٹا! اللہ تعالیٰ انھیں ہدایت دے، اُن کے لیے دعا کیا کرو، ہمارے لیے تو بس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوہ ہی نمونہ ہے کہ اپنے سے نیچے والوں کو دیکھو اور حسرت سے دوسروں کے محلات کو نہ دیکھو۔

اور سنو! ہم گھر پر رہنے والیاں ہیں، ہمیں کہاں اتنا موقع ملتا ہے کہ کسی کی نعمتیں دیکھ کر خود کو آزمائش میں ڈالیں، سو یہ ایک موبائل ہی ہے جو گھر بیٹھے ہمارے لیے فتنہ پھیلاتا ہے۔ اس سے بچو تاکہ دل کا سکون حاصل ہو۔ اور بیٹا! اللہ سے آخرت اچھی مانگو کہ یہ تو چند دنوں کی زندگی ہے اور وہ بھی امتحان۔ یہاں تو اللہ تعالیٰ دے کر بھی آزماتا ہے اور نہ دے کر بھی۔ میری بیٹی! دوسرے لوگ اگر نعمتوں میں رہ کر آزمائش میں پورا نہیں اتر رہے، تو تم کوشش کرو کہ اپنی آزمائش میں کامیاب ہو۔ اللہ میاں ہمیشہ کی زندگی میں بہت دے گا۔“

اماں چپ ہوئیں تو اس بار اس کی زبان سے شکوے کی بجائے ”آمین ثم آمین“ نکلا تھا۔

☆☆☆

بے لوث محبت

محترمہ ام عکراش صاحبہ کے خط نے مجھے گنگ کر دیا، کئی بار خط لکھنے کے بارے میں سوچا لیکن ان کی بے لوث محبت کے آگے میرے الفاظ محاورۃً نہیں حقیقتاً گم ہوگئے۔ بزرگ فرماتے ہیں کہ مومن وہ ہے جو ماضی میں گم نہ رہے اور مستقبل کے منصوبے نہ بناتا رہے، بلکہ اپنے حال کی فکر کرے اور حال میں جیے۔ اس لحاظ سے میں مومن نہیں کہ بابا کی یاد کے عمیق سمندر نے حال میں ملنے والی بے شمار محبتوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ میرے لیے محبت کا ایک در بظاہر بند ہوا تو ستر در کھل گئے، مگر میں ناشکری بن کر اسی ایک در پر نظریں جمائے بیٹھی رہی۔ انجانے میں آپ کی محبتوں کی ناشکری، ناقدری کرتی رہی۔ ام عکراش صاحبہ کی چند سطور نے ہاتھ کو نرمی سے تھام کر ماضی سے حال میں کھینچ لیا اور میں اب گنگ کھڑی ان جگ مگ جگ مگ کرتے ستر دروازوں کو دیکھ رہی ہوں جو میرے رب نے ناشکری اور بے صبری کے باوجود مجھے عطا کر دیے۔ آمنہ بیٹی کا لفظ سر پر سایہ بن کر تن گیا۔ معذرت خواہ ہوں، شکر گزار ہوں۔

بنت شکیل اختر ۔ حیدر آباد

☆☆☆

بنت الاسلام

سہارا

37

ایک مومنہ کی کہانی
اس کا آشیانہ
تنکا تنکا بکھر گیا

اور آج وہ ترپین برس کی لمبی داستان ختم ہوگئی تھی۔ غم اور خوشیوں کے تانے بانے سے آزاد ہوکر وہ پاک روح اپنے ازلی ٹھکانے کی طرف پرواز کرگئی تھی۔ وہ پردیسی روح اپنے وطن واپس چلی گئی تھی۔ نہ غم کی کوئی رات اتنی لمبی ثابت ہوئی کہ اس کی سحر نہ ہوسکے اور نہ خوشیوں کا کوئی دن ہی ایسا طویل آیا جو شام سے بے نیاز رہ سکتا۔ زندگی درجہ بدرجہ مختلف مرحلوں سے گزرتی ہوئی اپنے انجام کو پہنچ گئی اور اب نہ دکھ باقی رہا تھا نہ سکھ، نہ چین کا کوئی وجود تھا نہ بے چینی کا، نہ قرار وجۂ مسرت تھا نہ بے قراری مؤجب تکلیف۔ اب اگر کچھ باقی رہ گیا تھا تو صرف وہ پاکیزہ اعمال جو دنیا میں نیک نامی کا باعث تھے اور آخرت کی نیک توقعات کا۔

”جب باقی رہ جانے والی شے صرف یہی ہے تو پھر ہمیں کیا ہوا ہے کہ ہم اُس سے سب سے زیادہ غفلت برتتے ہیں۔“ اصغری خانم نے آنسو بہاتے ہوئے کہا۔

سوگوار خواتین بول اُٹھیں:

”مرنے والی نے اِس حقیقت کو خوب سمجھا ہوا تھا۔“

ایک عورت روتے ہوئے بولی:

”دس برس ہوئے، جب سے میرے خاوند نے وفات پائی ہے، بی بی مجھے برابر وظیفہ دیتی رہی ہیں۔

دوسری بولی: ”میرے بچوں کے سردی اور گرمی کے کپڑے وہی دیتی تھیں۔“

تیسری ہچکیاں لینے لگی کہ میرے بچے کی اسکول کی فیس اور کتابوں کا خرچ وہی دیا کرتی تھیں۔

ہر دل اُن کی محبت سے بھرا ہوا تھا اور ہر زبان ان کے لیے دعائیں کررہی تھی۔

ہچکیوں، آہوں، آنسوؤں اور دلسوز دعاؤں کے جلو میں بیٹوں اور بھائیوں کے کندھوں پر سوار ہوکر صالحہ بیگم اپنے عارضی گھر کو چھوڑ کر دائمی ٹھکانے کی طرف چل دیں۔

آدمیوں کا ایک سمندر تھا جو ذکر اللہ کرتا اُن کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔ اتنا بڑا جنازہ تو اخلاق صاحب کا بھی نہیں ہوا تھا۔ اپنی منی سی سلطنت میں انھوں نے پینتیس برس حکمرانی کی تھی اور بڑی کامیاب حکمرانی کی تھی۔ رعایا اُن سے خوش رہی اور وہ رعایا سے راضی۔ گھر کا کونا کونا اُن کی شخصیت کی آب و تاب سے چمکتا تھا۔ آج جب وہ آب و تاب کا منبع یہاں سے رخصت ہوگیا تو وہ گھر یکدم ایسے ہوگیا جیسے ویران کھنڈر اور اب اِس ویران کھنڈر میں منیرہ دیوانوں کی طرح حیران پریشان پھرنے لگی۔

گھر سے بے گھر ہونے کے بعد سے لے کر آج تک اِس پورے سال میں پہلے باپ کی بیماری اور پھر ماں کے لمبے مرض نے اسے اتنا مصروف رکھا تھا کہ اسے اتنی فرصت ہی نہیں ملتی تھی کہ وہ اپنے اوپر آپڑنے والی مصیبتوں کا صحیح طور پر احساس ہی کرسکے۔ ایک فالج زدہ انسان کو سنبھالنا اور اٹھانا بٹھانا، منیرہ جیسی دبلی پتلی لڑکی کے لیے ایک بڑا کٹھن کام تھا۔ ارجمند چونکہ لاہور ہی میں رہتی تھی، اِس لیے وہ اکثر آکر بہن کا ہاتھ بٹایا کرتی تھی اور ہر چند ماہ کے بعد شائستہ بھی آکر چند دن رہ جاتی، تاہم تیمارداری کی اصل ذمے داری منیرہ ہی پر تھی۔ ارجمند اور شائستہ اِس لیے بھی زیادہ آنے سے کچھ ہچکچاتی تھیں کہ اُن کے آنے سے گھر کا کام اور اخراجات دونوں بڑھ جاتے تھے، اِس لیے نوشابہ زیادہ چڑچڑانا شروع کردیتی تھی۔ اسے ناک بھوں چڑھاتے دیکھ کر منیرہ کو یہی بہتر معلوم ہوتا کہ بہنوں کو جلدی رخصت کردے، کیونکہ جسمانی مشقت اس ذہنی کوفت کے مقابلے میں زیادہ آسان تھی جو اسے نوشابہ کو بگڑتے دیکھ کر ہوتی تھی۔

صالحہ بیگم کی وفات کے بعد ساتویں دن تک شائستہ، ارجمند، سعید اور اس کی بیوی اور باقی تعزیت کے لیے آنے والے رشتے دار سب رخصت ہوگئے۔ زبیدہ ممانی کے لیے بھی اب بقول نوشابہ اِس گھر میں گھسے رہنے کے لیے کوئی جواز نہیں رہا تھا۔ چنانچہ وہ منیرہ کو سینے سے لگا کر خوب روئیں اور یہ کہتی ہوئی اپنے گھر چلی گئیں کہ اب میں تو یہاں نہیں آؤں گی مگر تم مجھے دن میں ایک مرتبہ ضرور مل جایا کرنا۔

طارق کالج چلا گیا۔ راضیہ، جاوید اور عافی اسکول چلے گئے۔ منا سو گیا۔ نوشابہ اپنے کمرے میں تھی۔

منیرہ نے آہستہ سے کمرے کا دروازہ کھولا اور حیران حیران نظروں سے صحن کی طرف دیکھنے لگی۔

پچھلے ایک سال کی مسلسل جسمانی اور ذہنی اذیتوں نے اسے بے انتہا لاغر کردیا تھا۔ رنگ زرد ہوچکا تھا اور آنکھوں کے گرد کالے کالے حلقے پڑ گئے تھے۔ ستمبر کا آغاز تھا اور لاہور میں ابھی کافی گرمی پڑ رہی تھی۔ دن کے گیارہ بجے کا وقت تھا۔ دھوپ تیز چمک رہی تھی اور صحن میں ایک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ وہ پہلے چپ چاپ دروازے کے پاس کھڑی رہی، پھر بے مقصد قدم اٹھاتی باورچی خانے میں آگئی۔

باورچی خانہ بھی اسے بے جان اور مردہ سا لگا۔ عافی کے کان اینٹھے جانے کے دوسرے دن ہی بڑی بی مع اپنے پوتے کے رخصت کردی گئی تھیں اور اب نوشابہ نے ایک خانساماں رکھا ہوا تھا جو اَب تک باورچی خانے کو سخت گندا کرچکا تھا۔ الماریوں کے پٹ آدھے کھلے آدھے بند تھے اور اندر برتنوں پر گرد پڑی تھی۔ دھلنے والے برتن فرش پر بکھرے تھے اور اُن پر

ماسی زلیخا

محمد فضیل فاروق۔ میرپور خاص

"اس کی تو لگتا ہے کوئی نیکی کام آ گئی......!"

"نیکیاں تو بھئی ہم بھی کرتے ہیں، ہماری تو کبھی ایسی لاٹری نہیں لگی، یہ تو سب قسمت کا کھیل لگتا ہے۔"

یہ قسمت کا افق بڑا عجیب ہے۔ کبھی کسی کے ستارے گردش میں آ جاتے ہیں تو کبھی کسی کی قسمت کو راتوں رات چار چاند لگ جاتے ہیں۔

"ہاں! سو تو ہے، لیکن ہماری نیکیاں بھی تو خالص کہاں ہوتی ہیں؟ ہم نیکی بھی کرتے ہیں تو کسی نہ کسی غرض میں، یا لالچ میں۔ ہماری نیکیاں اللہ کے لیے ہوتی کہاں ہیں؟ وہ تو کھوکھلی ہوتی ہیں، اندر سے خالی، پانی کے بلبلے کی طرح......!"

عشاء و تراویح سے فارغ ہو کر ہم تھوڑی دیر ہوٹل میں ستانے کے لیے آ بیٹھے تھے۔

میں کبھی فریج تو کبھی بن داؤد کی مختلف تھیلیوں سے طرح طرح کی چیزیں نکال کر چٹر پٹر کر رہا تھا۔ مدینہ منورہ کا موسم ہمیشہ کی طرح بے حد حسین تھا۔ ویسے تو دوپہر تک دور دور تک بارش کے کوئی آثار نہ تھے، مگر شام ہوتے ہی اچانک بادل امڈ آئے تھے۔ انھوں نے آدھا گھنٹہ "برداً وسلاماً" والی بارش برسائی اور پھر فٹافٹ اپنا بوریا بستر سمیٹ یہ جا وہ جا۔

خیر ہم سب کمرے میں تھے اور امی نے ماضی کا ایک ورق ہمارے سامنے الٹا:

"ارے وہ ماسی زلیخا نہیں تھیں......؟"

"کون ماسی زلیخا......!؟" میں نے پوچھا۔

"ارے ہاں! تمھیں کہاں پتا ہوگا، تم تو پیدا ہوئے تھے اس وقت، جب ہم نے انھیں رکھا تھا۔ وہ پہلے اُس اسکول میں کام کرتی تھیں جہاں تمھارے بڑے بھائی بہن پڑھنے جاتے تھے، پھر بعد میں انھوں نے اسکول چھوڑ دیا تو ہم نے رکھ لیا انھیں کام پر، ہمیں ضرورت بھی تھی۔ وہ چھ مہینے رہیں ہمارے پاس، پھر ہوا یوں کہ ان کی ایک نیکی کام آ گئی اور اُن کا بلاوا آ گیا۔"

"ہیں......کون سی نیکی؟......اور کیسا بلاوا......؟"

"وہ جب اسکول میں کام کرتی تھیں تو ایک لڑکا آتا تھا وہاں اسکول میں اپنے سوتیلے بھائی کو چھوڑنے۔ وہ بے چارہ اپنے سوتیلے باپ کے ساتھ رہتا تھا، مگر اس کا سوتیلا باپ اسے کچھ دیتا نہیں تھا۔ یہ ماسی بے چاری اس کی تھوڑی تھوڑی مدد کرتی رہتی تھی، کبھی پانچ دس روپے، کبھی کوئی کھانے کی چیز، پھر اگر کوئی اپنے بچوں کے پرانے کپڑے ماسی کو دے جاتا تو وہ بھی اُس لڑکے کو دے دیتیں، حالانکہ ماسی کے اپنے بچے بھی تھے مگر پھر بھی وہ اس غریب کا بہت خیال رکھتیں۔

سیکنڈری کی تعلیم کے بعد اچانک اس لڑکے کی قسمت کا ستارہ چمکا اور وہ کسی عرب ملک میں کام کرنے چلا گیا۔ نجانے وہاں جانے کا اس کا انتظام کیسے ہوا، پیسے کہاں سے آئے، کون وسیلہ بنا؟ مگر وہاں سیٹل ہوتے ہی اس نے سب سے پہلے ماسی کو پیغام بھجوایا کہ میں آپ کو حج پر بلانا چاہتا ہوں۔

ماسی اس وقت ہمارے ہی پاس کام کرتی تھیں تو انھوں نے یہ سارا قصہ مجھے سنایا تھا۔ چھ مہینے بعد ہی ان کا حج کا بلاوا آ گیا تو وہ تیاریوں میں جت گئیں۔ ہمارے پاس سے کام چھوڑ دیا اور اسی سال حج کر آئیں، پھر ہمارا ان سے کچھ خاص رابطہ نہیں رہا، مگر حج کرنے کے بعد پہلا ہی رمضان تھا کہ ماسی کا حقیقی سفر کی طرف بھی بلاوا آ گیا۔ مجھے تو تقریباً ایک ہفتے بعد پتا چلا کہ ان کا انتقال ستائیسویں روزے کو ہوا تھا۔ دیکھو ماشاء اللہ! کتنی مبارک موت آئی۔"

امی تو بات مکمل کر چکی تھیں، مگر میں سوچ کے گہرے سمندروں میں غوطہ زن ہو گیا۔ ان کی قسمت کے جھلملاتے چمکدار موتیوں کو تصور میں دیکھتا رہا۔

واہ کیا قسمت پائی تھی انھوں نے؟ میں سوچ رہا تھا کہ کیا پتا، اس لڑکے کی کامیابی کے پیچھے بھی ماسی کی ہی نیکی ہو، چونکہ اللہ کو ماسی کو اپنے پاس جلدی بلانا تھا، اور اس سے پہلے ان کی اس بے لوث نیکی کا تھوڑا سا پھل بھی چکھانا تھا تو راتوں رات اس لڑکے کو کامیابی کے زینے چڑھا دیے، اور اسے سبب بنا کر ماسی کو حج کروا دیا گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

قدرت کے خزانے، قدرت کی حکمتیں یقیناً انسانی سوچ سے ماورا ہیں، مگر کون جانے کہ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں بلاوا بھی اُن کی کسی نیکی ہی کا بدلہ ہو......!؟

☆☆☆

کھیاں بھنک رہی تھیں۔ کہیں کوئی پتیلی لڑھک رہی تھی، کہیں کوئی تھالی اوندھی پڑی تھی۔

باورچی خانے سے نکل کر وہ اُس کمرے میں داخل ہوئی جہاں شائستہ اور ارجمند رہا کرتی تھیں۔ نوشابہ نے اسے گھر کا فالتو سامان رکھنے کا گودام بنایا ہوا تھا۔ ٹوٹی ہوئی کرسیاں، ردی اخبارات کے ڈھیر۔ سب سامان بے ترتیبی سے بکھرا تھا اور اس پر گرد کی تہیں چڑھی تھیں۔ زبیدہ ممانی کے گھر کی طرف کھلنے والی کھڑکیاں بند کر کے ان کے آگے لکڑی کے بکس رکھے ہوئے تھے تاکہ انھیں کھولا نہ جا سکے۔ کمرے میں ہر طرف ویرانی، بے ترتیبی اور ابتری کا منظر تھا۔

منیرہ کو آج سے تین سال پہلے کی وہ رات یاد آ گئی جب وہ پندرہ دن کے لیے ماں باپ کے گھر آئی ہوئی تھی اور آدھی رات کو بارش شروع ہو جانے کے باعث وہ چاروں بہنیں بچوں کو لے کر اِس کمرے میں آ گئی تھیں۔ اِن کھڑکیوں کے پاس پلنگ بچھے تھے۔ بارش ایک مدھم ترنم کے ساتھ جاری تھی۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے آ رہے تھے اور سامنے والے گھر کی کھڑکیوں کے پاس بچھے ہوئے پلنگ سے زبیدہ ممانی اپنی سریلی اور پرسوز آواز میں انھیں اپنا غیر مطبوعہ کلام سنا رہی تھیں۔

جواب خط نہیں دیتے یہ کیا عادت تمھاری ہے
مرے دل کے اسٹیشن پر غموں کی ریل جاری ہے

منظر یاد کر کے وہ بے اختیار مسکرا دی۔ (جاری ہے)

چٹ پٹا خبرنامہ

ربیعہ صالحہ

سرخیاں:

☆ پاکستان بھر میں بسکٹ کم پڑ گئے۔
☆ خواتین نے بسکٹوں کے بغیر گھر میں داخلہ ممنوع قرار دے دیا۔
☆ ٹی ٹائم بسکٹ ٹاپ ٹین میں شامل۔
☆ شوگر ہائی ہوتی ہے تو ہوجائے، میں ڈیٹ ڈیلائٹ نہیں چھوڑوں گی!

تفصیلات:

افطار میں دس منٹ باقی تھے جب عدیل نے دور سے دکاندار کو آواز دی۔

"رکنا بھائی!" عدیل کی آواز پر دکاندار شٹر کی طرف بڑھتا ہاتھ روک کر پیچھے دیکھنے لگا۔

عدیل ہانپتا ہوا دکاندار کے پاس پہنچ چکا تھا۔

"بھائی! تین پیکٹ ٹی ٹائم بسکٹ دے دو۔"

دکاندار نے اسے خونخوار نظروں سے دیکھا اور شٹر بند کرتے ہوئے بولا ختم ہوگئے۔

☆......

آج صبح سے دکان پر بسکٹ لینے والوں کی لائن لگی تھی۔ بسکٹ ختم ہوگئے مگر بسکٹ کا گاہک ختم نہیں ہوتا تھا۔ سارہ بہن نے صبح ہی اسے کہہ دیا تھا کہ آتے ہوئے بسکٹ کا ایک ڈبہ لازمی لانا، مگر بدقسمتی سے دو ہی پیکٹ بچے تھے، جب تنگ آ کر اکرام نے دکان بند کرنی چاہی تو ایک اور گاہک ٹپک پڑا تھا۔

اکرام نے شٹر بند کر کے بسکٹ کے دو پیکٹ والا شاپر اٹھایا تو عدیل کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی۔

"یہ کیا ہے؟"

دکاندار تپ کر بولا: "گھر لے کر جانے ہیں۔"

عدیل نے تڑپ کر التجا کی: "بھائی! آٹھ دکانوں سے نامراد لوٹا ہوں، خدارا! یہ بسکٹ مجھے دے دو۔"

عدیل کی آہ وزاری سن کر دکاندار نے شاپر اس کی طرف بڑھا دیا اور دکان کو تالا لگانے لگا۔

☆......

پاکستان کی بیشتر خواتین نے بازار کی طرف جاتے شوہر بھائیوں اور بیٹوں کو واپسی پر بسکٹ لانے کی ہدایت دیتے ہوئے خبردار کیا ہے کہ بسکٹ نہ لانے کی صورت میں رات باہر گزارنی پڑ سکتی ہے!

کچھ گھروں کے باہر یہ سلوگن لگے دیکھے گئے:

"گھر میں بسکٹ کے بغیر داخلہ ممنوع ہے۔"

خبر رساں ذرائع سے معلوم ہوا کہ ایک گھر کا دروازہ مقفل پایا گیا۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ بسکٹ لینے گئے شوہر کو تاخیر ہوگئی جس پر خاتون خانہ اہل وعیال سمیت بسکٹوں کی تلاش میں نکل چکی ہیں۔

☆......

دیسی خواتین نے ٹی ٹائم بسکٹ سے مراد ٹی ٹائم نامی مخصوص بسکٹ لیا، جس کی تلاش میں کافی دقت پیش آئی اور اکثر خواتین اسے حاصل کرنے سے محروم رہیں۔ دکانداروں نے ٹی ٹائم کی اس قدر طلب کو دیکھتے ہوئے نہ صرف بڑے پیمانے پر بسکٹوں کا آرڈر دیا بلکہ دکانداروں کی طرف سے ٹی ٹائم بسکٹ کی منی کمپنی کھولنے کی خبریں بھی آگئیں۔

اکثر مرد حضرات بسکٹ نہ ملنے پر حواس باختہ پائے گئے، جبکہ خواتین نے باہمی گفتگو کے دوران میں بسکٹ نہ ملنے پر اظہار افسوس کیا۔

☆......

عید کے دن رباب نے صبح سویرے ساس صاحبہ کو ڈیٹ ڈیلائٹ پیش کیا تو انھوں نے پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے بہو کو سراہا۔ اس پسندیدگی کے نتائج سے بے خبر بہو نے ہنس کر داد وصول کی اور ایک پلیٹ دوپہر میں آنے والی نند کی خاطر فریج میں رکھ چھوڑی۔

اماں بی وقتاً فوقتاً پوتے پوتیوں سے چپکے چپکے ڈیٹ ڈیلائٹ منگواتی رہیں۔ نند کی آمد پر جب رباب نے ڈیٹ ڈیلائٹ پیش کرنا چاہا تو فریج سے خالی پلیٹ برآمد ہوئی جس پر رباب کا پارہ اور ساس صاحبہ کا شوگر لیول اکٹھے ہائی ہوگئے۔

چھوٹی دنیا نیوز سے پوچھ گچھ پر پتا چلا کہ یہ دادی پوتوں کی مشترکہ سازش تھی۔

رباب نے ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے ساس صاحبہ کو دیکھا تو وہ بزبانِ حال گویا ہوئیں:

"شوگر ہائی ہوتی ہے ہوجائے، میں ڈیٹ ڈیلائٹ نہیں چھوڑوں گی۔"

☆......

گرم مکھن میں کھجوریں ڈالتی سارہ نے بھائی کو بسکٹوں کے بغیر آتا دیکھ کر ماتم شروع کر دیا۔

سارہ کا کہنا ہے کہ ڈیٹ ڈیلائٹ کے بغیر عید نہیں ہوگی۔ بھائی کے استفسار پر سارہ نے یہ راز افشا کیا کہ ساجدہ غلام محمد آف (مانچسٹر) نے ڈیٹ ڈیلائٹ عید اسپیشل ترکیب بتائی ہے، جسے پاکستان کی بیشتر خواتین نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اکرام صاحب بسکٹ شارٹ ہونے کی وجہ جان کر مطمئن ہونے کی بجائے اِس بات پر برہم ہوئے کہ ڈیٹ ڈیلائٹ کے بغیر عید کیسے گزرے گی، تا حال وہ ڈیٹ ڈیلائٹ سے محرومی پر افسردہ ہیں۔ بہرحال ابھی تک یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ سارہ انھیں بسکٹ نہ لانے کی کیا سزا دیں گی؟

بہرحال جن گھروں میں بسکٹ اور کھجوریں آچکی ہیں، ان کے لیے ڈیٹ ڈیلائٹ کی مختصر سی ترکیب حاضر ہے:

نرم کھجوریں: آدھا کلو، گٹھلی نکال کر انھیں چھوٹا چھوٹا کاٹ لیں۔

مکھن یا دیسی گھی دو کھانے کے چمچ۔

ٹی ٹائم بسکٹ: دس سے بارہ عدد (چھوٹے سائز کے ٹکڑے کر لیں)

ترکیب: مکھن کو پگھلائیں اور اس میں کھجوریں ڈال کر انھیں نرم ہونے تک ہلکی آنچ پر پکائیں۔ یہاں تک کہ کھجوریں پگھل کر جڑنے لگیں، پھر چولھا بند کر دیں اور ان میں ٹی ٹائم بسکٹ ملا لیں۔

میوہ جات وغیرہ ڈالنے ہیں تو وہ بھی ڈال دیں۔

چاکلیٹ یا چاکلیٹ پس اگر ڈالنا چاہیں تب ڈالیں، جب آمیزہ ٹھنڈا ہو چکا ہو۔

ایک ٹرے یا سانچے میں پلاسٹک شیٹ بچھا کر اس کے اوپر یہ آمیزہ ڈال کر پھیلا دیں اور جب تھوڑا ٹھنڈا ہو جائے تو چھری سے اس کے ٹکڑے کاٹ لیں۔

☆☆☆

مُسلمان خاتُون نے کیا کہا؟

علی ہلال

الجزائر سے تعلق رکھنے والی ایک صحافی خاتون خدیجہ بن قنہ اپنے دورۂ امریکہ کے بارے میں بتاتی ہیں کہ وہ ایک سپر اسٹور میں شاپنگ کے بعد کاونٹر پر ادائی کے لیے اپنی باری کی منتظر تھیں کہ اسی دوران میں ایک باحجاب مسلمان خاتون ایک بڑا بکس کھینچتے ہوئے اسٹور میں داخل ہوئیں۔

بکس غالباً گھاس کاٹنے والی مشین کا تھا۔ خاتون کے چہرے پر تھکاوٹ کے آثار نمایاں تھے۔

خاتون کیشئر ملازمہ کے پاس چلی آئیں اور بڑے ادب کے ساتھ کہنے لگیں کہ میں کل یہ مشین آپ سے دیگر اشیا کے ساتھ ۵۰۰ ڈالر کی خرید کر لے گئی تھی۔

کیشئر بولی:

''کیا تم اسے واپس کرنا چاہتی ہو؟''

مسلمان خاتون:

''نہیں۔''

کیشئر ملازمہ:

''کیا آپ نے اسے کسی دوسرے اسٹور پر اس سے کم قیمت میں فروخت ہوتے دیکھا ہے تو ہماری پالیسی آپ کو بقیہ رقم دینے کی بھی ہے، مگر اس کے لیے آپ کو دوسرے اسٹور کی قیمت کا ثبوت دکھانا ہوگا۔''

مسلمان خاتون مسکرادیں پھر کہنے لگیں:

''نہ یہ اور نہ وہ، بلکہ میں نے کل آپ سے دیگر اشیا کے ساتھ یہ مشین خریدی تھی جس کی ادائیگی کریڈٹ کارڈ کے ذریعے کردی گئی تھی۔ پھر اس سامان کو اٹھا کر میں اپنی رہائش گاہ پر لے گئی، جو یہاں سے تقریباً دو گھنٹے کی مسافت پر واقع ہے، لیکن جب گھر پہنچی اور بل دیکھا تو مجھ پر انکشاف ہوگیا کہ آپ نے مجھ سے دیگر اشیا کی قیمت تو وصول کی، مگر اس مشین کی قیمت لگانا شاید بھول گئیں۔''

یہ سنتے ہی کیشئر ملازمہ اپنی جگہ سے اٹھ کر آئی اور خاتون کو گلے لگانے لگی۔ آنکھوں میں اترتے آنسوؤں کو جذب کرنے کی کوشش کرتے ہوئے جذبات سے معمور لہجے میں کہنے لگی:

''پھر کس چیز نے آپ کو چار گھنٹے کی مسافت طے کرنے اور ملازمت سے چھٹی لینے پر مجبور کردیا؟''

مسلمان خاتون نے بڑی سادگی سے کہا:

''امانت نے۔''

اور پھر انگریزی میں اسے امانت کے بارے میں اسلامی تعلیمات کی تشریح کرنے لگیں۔

یہ سن کر ملازمہ اٹھ کر شیشے کے کیبن میں بیٹھی ہوئی مینیجر خاتون کے پاس چلی گئی۔

ہم سن نہیں رہے تھے مگر اس کی باڈی لینگویج سے اس کے تاثرات بھانپ رہے تھے۔

کچھ ہی لمحے بعد مینیجر خاتون اپنی نشست سے اٹھیں اور باہر آگئیں۔

اسٹور کے تمام اسٹاف کو جمع کرلیا۔ سب گاہک بھی جمع ہوگئے۔ وہ سب کو اس مسلمان خاتون کی امانت داری کے بارے بتانے لگیں۔

مسلمان خاتون خاموش کھڑی رہیں، اُن کے چہرے پر حیا کی پرچھائی بکھری ہوئی تھی۔

تفصیل سننے کے بعد اسٹاف نے مسلمان خاتون سے اسلام میں امانت اور دیانت داری کے بابت سوالات کیے، جس کے جوابات اس نے بڑے نپے تلے انداز میں دینی نصوص کی روشنی میں دیے۔

مینیجر خاتون نے مسلمان خاتون کو مشین تحفے میں دینے کی پیشکش کردی جسے انھوں نے بڑی خوش اُسلوبی کے ساتھ رد کرتے ہوئے کہا کہ اس کے لیے مشین سے زیادہ اہمیت ثواب کی ہے، پھر وہ شکریہ ادا کرتے ہوئے اسٹور سے نکل گئیں۔

اس واقعے کو سپر اسٹور میں موجود درجنوں کسٹمرز نے دیکھا سنا۔ سب حجاب پہنے ایک دل آویز مسکراہٹ اور ایمانی قوت کے ہالے میں گھری ہوئی اسپر سٹور سے نکل کر رخصت ہونے والی خاتون کو بڑی حیرت سے دیکھ رہے تھے۔

محترمہ خدیجہ بن قنہ کہتی ہیں کہ یہ سن اور دیکھ کر مجھے اپنے مسلمان ہونے پر بڑا فخر محسوس ہوا۔

☆☆☆

بزمِ خواتین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

❁ ہزارواں شمارہ اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ ہمارے ہاتھوں میں جلوہ افروز ہے۔ سرورق تو کمال خوبصورت ہے۔ دل کہانی اس شمارے میں سلمٰی یاسمین نجمی کی 'اجنبی' خلوص سے لکھی گئی ہر بات اور خلوص سے کہی گئی ہر بات سیدھا دل پر اثر کرتی ہے۔ یہی حال 'اجنبی' کا تھا دوسرے نمبر پر ہمارے نزدیک دو بہت زیادہ بہترین کہانیاں تھیں، ایک ساجدہ غلام محمد کی اپنے خیالی بچوں کے ساتھ 'ککڑوں کوں' اور دوسری ڈاکٹر سارہ الیاس خان کی 'مجھے میری بیگم سے بچاؤ'، جبکہ تیسرے نمبر پر کرن سلطان ڈھلوں کی 'غیابۃ الجب' ہے۔ ویسے 'ڈوئی سائنس' بھی بہت مزے کی تحریر تھی۔ نظموں میں اول عزیز الحق کی 'کس لیے عریاں کیا؟' دوم ذکی کیفی کی 'وہ میرے سرکار کی دنیا' اور سوم احسن عزیز شہید کی 'محبت کی ہوا بن کر، کرم کے پھول برساؤ'۔ الف نمبر کی سب سے خاص بات محترمہ باجی عامرہ احسان کا انٹرویو تھا جس سے شمارے کو چار چاند لگ گئے۔ اتنی مزیدار ڈش پیش کرنے پر دل کی گہرائیوں سے مبارک باد۔ سچی بات ہے کہ خواتین کا 'الف نمبر' کسی بھی طرح سے بچوں کے الف نمبر سے کم نہیں تھا۔ اتنا خوب صورت تحفہ دینے پر ہماری طرف سے ڈھیروں دعاؤں کی سلامی۔ دعا ہے کہ یہ الف نمبر بھی اللہ میاں پنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے۔

(امیمہ اکبر، حور عینا، بریرہ، طیبہ، ستارہ خان۔ دارالعلوم بنات عائشہ، کبیر والا)

❁ بالآخر طویل انتظار کے بعد آ ہی گیا شاہکار! آپ کو ایسا عظیم الشان شاہکار نکالنے پر بہت بہت مبارک ہو۔ ہر تحریر بے نظیر، ہر کاوش بے مثال! لیکن تین تحریریں ایسی ہیں جنھوں نے مجھے اپنے سحر میں جکڑ لیا۔ واقعی لاجواب اور دلکش تحریریں! دل کے تاروں کو چھیڑتی ہوئیں، ان میں پہلی 'خانۂ دل آباد رہے' ہے جس نے دل کے تار جھنجھوڑ ڈالے، دوسری سلمٰی یاسمین صاحبہ کی تحریر 'اجنبی' رہی کہ اسے پڑھتے پڑھتے آنکھیں چھلک چھلک گئیں۔ تیسرے نمبر پر قانتہ رابعہ صاحبہ جو میری پسندیدہ لکھاریوں میں سے ایک ہیں، کی تحریر 'میرے ہونٹوں سے خوشبو نہیں جاتی' شاندار اور بہترین!۔ اس کے علاوہ 'ماؤں کو زندہ رہنے دو' بھی نہایت پرفکر تحریر ہے۔ 'میں گوشت نہیں کھاتی'، 'غیاب الجب'، 'میری بیٹی آ گئی' اور 'ٹھنڈا لوہا' بھی اچھی کہانیاں تھیں۔ 'اللہ کے لیے' بھی نہایت زبردست کاوش ہے کہ ہمارا جینا ومرنا، بغض یا محبت کرنا صرف اللہ ہی کے لیے ہو۔ 'محبوب خلائق' اور 'ہمسفر یادیں تیری' بھی مشک بار تحریریں تھیں۔ اللہ مرحومین کی مغفرت فرمائے۔ الف نمبر میں ایک طرف سوز و گداز سے بھرپور رلاتی تحریریں، دوسری طرف شگفتہ شگفتہ تحریروں نے خوب ہنسایا بھی۔ 'ککڑوں کوں' کہانی پڑھتے ہوئے دو تین مرتبہ تو ضرور ہمارا قہقہہ بلند ہوا تھا۔ 'ڈوئی سائنس' اور 'تعلیم بالغان' بھی پرمزاح تحریریں لگیں۔

(بادیہ بنت محمد عبداللہ امین۔ بہادرآباد، کراچی)

❁ انتظار کی گھڑیاں اس قدر طویل ہوگئیں کہ عیدالاضحیٰ آ کر بھی چلی گئی۔ واہمے دل کو ستانے لگے کہ پہلا ایڈیشن ہے، کہیں ہاکر کی سستی کی وجہ سے 'الف نمبر' سے محروم نہ رہ جاؤں۔ اللہ پاک بھلا کرے میاں صاحب کا، روزانہ ہاکر سے پوچھ کر آتے، پیشگی رقم بھی دے آئے اور آخر ۱۹ ذی الحج کو شمارہ میرے ہاتھ میں آیا۔ سرورق دلکش تھا۔ دیکھ کر بچیاں کھسر پھسر کرنے لگیں، پھر ایک بچی نے قریب آ کر قدرے جھجکتے ہوئے کہا: ''آپی جان! یہ نیا اَلِف نمبر ہے؟'' میں نے اس کا تلفظ درست کرتے ہوئے الف نمبر کی وجہ تسمیہ بیان کی۔ پھر بھانجے سماک صاحب آ ٹپکے: ''چچی جان! یہ الف نمبر ہے؟'' میں نے سمجھایا کہ ہے تو سہی مگر یہ بچوں والا نہیں ہے۔ خیر اب میں تھی اور الف نمبر، ایک کے بعد ایک تحریر پڑھتی چلی گئی۔ یکسوئی سے، انہماک سے ایک ایک لفظ دل سے پڑھا، سواد تھا کہ بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ لفظ لفظ، سطر سطر مدیر محترم ان کی ٹیم اور لکھاری حضرات کی محنت کا منہ بولتا ثبوت تھی۔ کسی کہانی میں بوریت کا احساس نہ ہوا۔ ہر کہانی اس قابل تھی کہ اسے الف نمبر میں شامل کیا جاتا۔ گھر، بچوں اور جامعہ کی مصروفیت کے باوجود الف نمبر ایک سے دو دن میں مکمل پڑھا۔ ہر ہر شہ پارہ، نمک پارہ بہترین تھا۔ خصوصاً محترمہ ام حبیبہ گڑیا، کرن سلطان ڈھلوں، رفعت سعدی، فوزیہ خلیل، اہلیہ نادر اسلام، عائشہ غضنفر اللہ کی تحریریں تو شمارے کی شان ہیں۔ محترمہ ریحانہ باجی تو ہماری پسندیدہ شخصیت ہیں۔ ان کی تحریر پڑھ کر باجی جان پر بے انتہا رشک آیا۔ کتنا حسین بچپن تھا ان کا ماشاء اللہ۔ اخت سعد الرحمن نے امہات المومنین کے فضائل بتائے، پھر محترم نادر صدیقی اور محترم حاصل تمنائی کی منقبت نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ اسماء شاکر عثمانی، حنا نرجس، سیما انجم فرید، عمارہ اقبال، آمنہ خورشید، عنبر نفیس، بنت اسماعیل رشید بھی بہترین تحریروں کے ساتھ حاضر ہوئیں۔ عجیب بات یہ ہوئی کہ 'الف نمبر' پڑھتے ہوئے میرا دل انتہائی نرم اور عجیب کیفیت سے دوچار رہا۔ ہر ہر لفظ دل پر اثر کر رہا تھا، خاص طور پر محترمہ سلمٰی یاسمین نجمی کی تحریر 'اجنبی' پڑھتے ہوئے دل اتھل پتھل کرتا رہا۔ بار بار آنکھیں بھیگتی رہیں۔ پیارے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت دل میں بڑھتی محسوس ہوئی۔ اسی طرح محترمہ قانتہ رابعہ کی تحریر بھی دل کے تاروں کو چھوگئی۔ آسیہ زینی، قرأت گلستان، ام محمد سلمان، بنت شکیل اختر، عائشہ تنویر، سمیعہ سالم، ان سب بہنوں کی حاضری بھی خوب رہی۔ بینا صدیقی نے 'ایک سوری' لکھ کر بہت اچھی سوچ میرے ذہن میں منتقل کی۔ غرض 'الف نمبر' کسی لحاظ سے بھی بچوں کا اسلام کے الف نمبر سے کم نہ تھا۔

(بنت مولانا سیف الرحمن قاسم۔ گوجرانوالہ)

❁ القرآن الحدیث کی روشنی سے روح کو منور کیا۔ مدیر صاحب کی چند باتیں پڑھیں۔ الف نمبر کا توشۂ خاص، جس کا بے تابی سے انتظار تھا، پڑھی۔ دلکش کہانی تھی رفعت سعدی صاحبہ کی، مگر باقی کہانیاں بھی کم نہ تھیں۔ اب ایک ہی مناسبت کی تحریروں کو ملا کر ہم تبصرہ کر رہے ہیں۔ 'زمین بولتی ہے' ان کے ہوتے ہوئے

ہوتے تھے زمانے میرے، یادیں ہم سفر میری، محبوب خلائق' ان نیک سیرت اللہ والوں کی رودادیں تھیں جن کی برکت سے دنیا کا یہ نظام چل رہا ہے۔ عائشہ تنویر کی مختصر کہانی 'وبا' اور تحریر 'وراثت کا حصہ' ایک ہی مناسبت کی تحریریں یعنی بہنوں کا حقِ وراثت نہ دینے کے موضوع پر اصلاح کن تحریریں تھیں۔ 'غیاب الجب' اور 'تم نے جھیل دیکھی ہے؟' اس شر سے خبردار کرتی کہانیاں تھیں جو نامحرم سے ناجائز تعلق قائم کرنے کے بعد ابھرتا ہے۔ اللہ ہمیشہ ہم سب کو ہر شر سے بالخصوص کہانیوں میں بیان کردہ شر سے محفوظ فرمائے، آمین! 'میں نے پردہ کیا، میرا برقع میرا اعزاز' حجاب کی عظمت کے حوالے سے پر اثر تحریریں تھیں۔ 'دشمن جان' بھی ان تحریروں سے ملتی جلتی، ایک اہم المیے پر سبق آموز تحریر تھی۔ 'اس سوچ کا کیا علاج ہو، میری نند، اللہ کے لیے، وہ خط جو ان کے ہاتھ سے پرزے ہوا عدم اور ایک سوری یہ سب کہانیاں معاشرت کے موجودہ المیوں کی طرف توجہ دلاتی نہایت اثر انگیز تھیں۔ ام محمد سلمان کی 'حسنِ لازوال'، 'سونے چاندی کا گھر، تم فارغ ہو، ون سونیا سوچاں، سکھانا ضرور ہے، میری بیٹی آ گئی، گرد راہ، ٹھنڈا لوہا، بہت چالاک ہو تم، بڑے خاندان کی، میں گوشت نہیں کھاتی، تبصرہ نہیں کرنا، چار بچے چار کہانیاں، محبت سے سکھایئے اور 'کم سے کم کا فلسفہ' اصلاحی، فلاحی، معاشرتی گناہوں اور کمیوں سے بچاؤ کی ترغیب دیتی بے حد موثر تحریریں تھیں۔ گھرداری کے حوالے سے 'نلکیوں کا مسئلہ اور دستر خوان، جبکہ اصلاحی مضامین میں 'رازِ حیات، سی سیکشن، آئیں وقت بڑھائیں اور ہائے میرا ڈپریشن' شامل ہیں۔ 'ماؤں کو زندہ رہنے دو' اور 'مغرب میں عورت' جیسی دلگداز تحریریں عبرت انگیز ہیں۔ 'نورالدنیا والآخرۃ' شوقِ حفظ کی نسبت سے دلچسپ تحریر تھی۔ مزاح میں 'مجھے میری بیگم سے بچاؤ، کگڑوں کوں، بن نہ پڑا رہیں۔ ویسے شکر ہے اس بار عشرت جہاں صاحبہ کی کہانی الف نمبر میں چھپی۔ بچوں کا اسلام کے الف نمبر میں ان کی کہانی رہ گئی تھی تو ہمیں دکھ ہوا تھا، کیونکہ وہ ہماری پسندیدہ لکھاری ہیں۔ معصوم باتیں، اف یہ خانے، تعلیم بالغان اور ڈوئی سائنس میں بھی مزاح کا عنصر بدرجہ اتم نمایاں ہے۔

محترمہ سلمٰی یاسمین نجمی کے ناولٹ بعنوان 'اجنبی' اور قانتہ رابعہ کی گلِ عشق سے مہکتی کہانی 'میرے ہونٹوں سے خوشبو نہیں جاتی' کا اہتمام سے ذکر اور تبصرہ کریں گے۔ دونوں کا موضوع تقریباً اکثر ایک جیسا تھا۔ ان کہانیوں کی تعریف کے لیے ہمارے پاس کوئی الفاظ نہیں ہیں۔ الف نمبر میں تراشے بھی بہت شامل کیے گئے جو کہ سبھی بہت پر اثر تھے۔ سب پر تبصرہ تو محال ہے مگر جو زیادہ دل کو چھو گئیں ان میں 'اگر سارے مرد، تاریخی جملے، پچھلا منظر (یہ مختصر تحریر شمارے کی اچھی تحریروں میں ایک ہے)' آخر کیوں؟، مالک کون؟ زندگی نہیں آسان، نمک پارے، مان نہ مان میں تیرا مہمان سرفہرست ہیں۔ قسط وار تحریروں کو مکمل ہونے پر ایک ساتھ پڑھیں گے۔ مستقل سلسلوں میں 'خواتین کے دینی مسائل، آپ کی صحت، چمن خیال اور آپ کا دستر خوان' شامل تھے۔ آپ کا دستر خوان میں پائے کی اعلیٰ پائے کی ترکیب زیادہ پسند آئی جو کہ تھی نھی آپا، بقلم خود! بزم خواتین میں ام زینب کا خط پڑھ کر ان کی باتوں کے اہم نکات پر لکھنے کے لیے خود کو کمر بستہ کیا۔ اس شمارے کو چار چاند لگانے والے محترمہ عامرہ احسان مدظلہا کے انٹرویو کا تذکرہ خیر کرنا ہم کیسے بھول سکتے ہیں۔ بہت اعلیٰ، عمدہ، بے مثال انٹرویو۔ انٹرویو میں اپنے سوالات دیکھ کر خوشی ہوئی۔ 'پچاس لفظوں کی کہانی' پڑھ کر بہن خالدہ مریم یاد آ گئیں اور آنکھیں نم دیدہ ہو گئیں۔ حصہ نظم کی سبھی نظمیں شاندار ہیں۔ بالخصوص حمد، امہات المومنین، کس لیے عریاں کیا، مجھ کو بسمل تجھے اللہ نے صیاد کیا، وہ میرے سرکار کی دنیا، وہ صبح منور مکے کی، وہ جگمگ رات مدینے کی' بہت پسند آئیں۔ المختصر: سارا شمارہ بڑا پیارا تھا۔ سب کی محنت آشکار ہے، بالخصوص مدیر صاحب کی۔ بلاشبہ یہ مدیر صاحب اور لکھاریوں کے لیے دنیا کا تو ہے ہی، آخرت کا بھی قیمتی سرمایہ ہے۔ اس محنت پر آپ اور سبھی انعامات سے نوازنا تو حق بنتا ہی ہے اور وہ انعامات ہماری دعائیں ہیں۔

(راحت ثمر)

☆☆☆

اگر آپ اچھا رزق کما رہے ہیں تو یقین جانیں اس میں آپ کی ذہانت یا صلاحیتوں کا کوئی کمال نہیں، بڑے بڑے عقل کے پہاڑ یہاں خاک چھان رہے ہیں۔

اگر آپ کسی بڑی بیماری سے بچے ہوئے ہیں تو اس میں آپ کی خوراک یا حفظانِ صحت کی اختیار کردہ احتیاطی تدابیر کا کوئی دخل نہیں۔ ایسے بہت سے انسانوں سے قبرستان بھرے ہوئے ہیں جو سوائے منرل واٹر کے کوئی پانی نہیں پیتے تھے مگر پھر اچانک انھیں برین ٹیومر، بلڈ کینسر یا ہیپاٹائٹس کی تشخیص ہوئی اور وہ چند دنوں یا لمحوں میں دنیا سے کوچ کر گئے۔ اگر آپ کے بیوی بچے سرکش نہیں بلکہ آپ کے تابع دار و فرمانبردار ہیں، خاندان میں بیٹے بیٹیاں مہذب، باحیا و باکردار سمجھے جاتے ہیں تو اس کا سب کریڈٹ بھی آپ کی تربیت کو نہیں جاتا کیوں کہ بیٹا تو نبی کا بھی بگڑ سکتا ہے اور بیوی تو پیغمبر کی بھی نافرمان ہو سکتی ہے۔

حق

اگر آپ کی کبھی جیب نہیں کٹی، کبھی موبائل نہیں چھنا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ بہت چوکنے اور ہوشیار ہیں، بلکہ اس سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے بدقماشوں، جیب کتروں اور رہزنوں کو آپ کے قریب نہیں پھٹکنے دیا تاکہ آپ اُن کی ضرر رسانیوں سے بچے رہیں۔

الحمدللہ! مجھے مذکورہ بالا تمام نعمتیں میسر ہیں سوائے اس کے کہ ایک بار حیدرآباد میں ایک پرانا نوکیا موبائل جیب سے نکل گیا وہ بھی اس لیے کہ میرے ایک عزیز کا موبائل نکل جانے پر میرے دل میں یہ خیال آیا کہ لوگ کیسے مست و مدہوش ہو کر چلتے ہیں کہ کوئی اُن کی جیب سے موبائل لے اڑے، انھیں پتا تک نہیں چلتا۔

بس اگلے ہی دن میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہو گیا۔ من میں جھانکا تو اندر سے صدا آئی:

''اے ڈیڑھ ہوشیار! جب تقدیر کا لکھا سامنے آ جائے تو عقل کی چڑیا پرواز کر جایا کرتی ہے۔''

یہ غالباً ہر انسان کی فطرت ہے کہ جب وہ خود دوسروں سے اچھا کما رہا ہو تو یہ سوچنا شروع کر دیتا ہے کہ وہ ضرور دوسروں سے زیادہ محنتی، چالاک اور منضبط ہے اور اپنے کام میں زیادہ ماہر ہے۔ پھر وہ ان لوگوں کو حقیر سمجھنا شروع کر دیتا ہے جن کو ناپا تلا رزق مل رہا ہے، اُن پر تنقید کرتا ہے، ان کا مذاق اڑاتا ہے، مگر جب یکلخت وقت کا پہیہ الٹا گھومتا ہے تو اس کو لگ پتا جاتا ہے کہ حقیقت اس کے برعکس تھی جو وہ سمجھ بیٹھا تھا۔

دبئی میں ایک صاحب سے واسطہ پڑا۔ پہلے مجبور و پریشان تھے، پھر کنسٹرکشن کی کمپنی کھول لی۔ پرشکوہ دفتر بنایا، سمجھیں کہ لاکھوں میں کھیلنے لگے۔ ملاقات کے لیے گیا تو ایک مشترک دوست کے بارے میں پوچھا، جو بیچارے مفلوک الحال رہا کرتے تھے۔ کہنے لگے، وہ تو بڑے کم عقل انسان ہیں، ساری زندگی یوں ہی عسرت میں گزار دی۔ یہ کام کر لیتے وہ کام کر لیتے، وغیرہ وغیرہ۔ بہت بولے۔

خیر کوئی دس بارہ سال کا وقفہ آ گیا، ہماری ملاقات نہ ہوئی، پھر ایک دن کسی کام سے ان کے دفتر جانا ہوا۔ خود نہیں تھے بلکہ پورا اسٹاف ہی بدلا نظر آیا۔ میں نے موصوف کا نام لے کر پوچھا کہ کہاں گئے، پہلے تو یہ ان کا دفتر تھا؟ بتایا گیا، مرحوم ہو چکے۔ پھر تفصیل بتائی جو کچھ یوں تھی کہ کاروبار میں نقصان ہونے کی وجہ سے پیچھے ہوتے چلے گئے، پھر مقروض اور نادہندہ بن کر جیل پہنچ گئے۔ چیک باؤنس کیس میں سزا ہوئی اور اسی سزا کے دوران جیل ہی میں انتقال کر گئے، اس حال میں کہ فیملی پاکستان میں تھی۔ نہ کوئی عزیز قریب تھا نہ کوئی فیملی ممبر۔ یہ خبر سنتے ہی میرے سامنے دس سال قبل کا اسی کمرے کا منظر گھوم گیا جہاں گول گھومتی کرسی پر بیٹھ کر مرحوم ایک سادا اور خدا مست درویش کی مالی ابتری کا مذاق اڑا رہے تھے۔

ابو محمد مصعب

جی ہاں قارئین! بادشاہ کو فقیر بنتے دیر نہیں لگتی، سن رکھا تھا مگر بچشمِ خود دیکھا اس دن تھا۔ اگر کوئی چاہتا ہے کہ اسے رزق کے معاملہ میں آزمایا نہ جائے تو تین کام کرے:

اول جو کچھ مل رہا ہے اسے محض مالک کی عطا سمجھے نہ کہ اپنی قابلیت کا نتیجہ اور ساتھ ہی مالک کا شکر بھی بجالاتا رہے۔

دوئم جن کو کم یا ناپا تلا رزق مل رہا ہے انھیں حقیر نہ جانے نہ ان لوگوں سے حسد کرے جن کو ''چھپر پھاڑ'' رزق میسر ہے۔ یہ سب رزاق کی اپنی تقسیم ہے۔ اس کے بھید وہی جانے۔

سوم جتنا ہو سکے اپنے رزق میں دوسروں کو شامل کریں۔ زیادہ ہے تو زیادہ، کم ہے تو کم۔

سب سے زیادہ حق، والدین اور رحم کے رشتوں کا ہے۔ نانا نانی، دادا دادی، بہنیں اور بھائی ہیں۔ اس کے بعد خون کے دوسرے رشتے ہیں جیسے خالہ، پھوپی، چچا، ماموں، چچی وغیرہ۔ پھر دوسرے قریبی رشتے دار یا مسکین و لاچار لوگ۔ یقین رکھیں کہ جب بہت سے ہاتھ آپ کے حق میں دعا کے لیے اٹھیں گے تو برکت موسلا دھار بارش کی مانند برسے گی، جس کی ٹھنڈی پھوار آپ کی زندگی کو گلشن گلشن بنا دے گی۔

☆☆☆